

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ولایتِ علیؑ علیہ السلام

عَنِ النَّبِيِّ: يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى

وَلَايَةُ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ حِصْنِي
فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِي أَمِنَ مِنْ عَذَابِي

حدیث قدسی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت میرا قلعہ ہے،

جو میرے قلعہ میں داخل ہو وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

(عیون اخبار الرضا (ع) - الشیخ الصدوق - ج ۱، الصفحہ ۱۴۶)



آفتاب ولایت

خصوصی شمارہ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السلام علیک یا امیر المؤمنین السلام علیک یا اول مظلوم

صلی اللہ علیک یا ولی العصر ادر کنا و ارشدنا

پیغام غدیر اسلامی اتحاد کا محور ہے

اگر واقعی پیغام غدیر اور اسلامی معاشرے کی حقیقی وحدت پر غور کیا جائے تو غدیر ہی اسلامی اتحاد و اتفاق کا محور و مرکز نظر آتا ہے۔ اس سلسلہ میں اگر چند حقائق پر توجہ دی جائے تو مسئلہ امامت و غدیر کے بارے میں بحث و گفتگو نہ صرف موجب اختلاف نہ ہوگی بلکہ اس کے عظیم الشان اور بے پناہ فائدے ہیں جو کسی اور چیز سے مقایسہ نہیں کئے جاسکتے ہیں:

(۱) حقیقت اتحاد:

پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ حقیقت اور مفہوم اتحاد ہے کیا؟ دراصل دو الگ الگ عناوین کو ایک لفظ کے ذریعہ پیش کیا جاتا ہے جن سے ایک ہی معنی مراد لینا انصافی ہوگی، لہذا ان میں انتہائی دقت نظر اور غور و فکر کی ضرورت ہے، انہیں ایک دوسرے پر قربان نہیں کر سکتے ہیں۔

الف - امت مسلمہ کا ایک پلیٹ فارم پر آنا اور وحدت کا تحفظ تاکہ اتفاق و یکجہتی کی فضا قائم رہے۔

ب - اصل دین و اسلام کا تحفظ۔

اس میں تو کسی کو کوئی شک و تردید نہیں ہو سکتی ہے کہ تمام امت مسلمہ کا وظیفہ ہے کہ اس دین حنیف کی حفاظت کرے اس کی نشر و اشاعت میں سعی و کوشش کرے اس سلسلہ میں تمام مسلمان اہم اور سنگین ذمہ داری رکھتے ہیں، اور چونکہ تمام مذاہب کے

اگرچہ واقعہ غدیر آج چودہ سو سال سے زیادہ اپنا تاریخی سفر طے کر چکا ہے، مگر حقیقت غدیر ہر روز اور آنے والے دنوں میں ہر اس مسلمان کے لئے دینی عقیدہ اور آئین اسلام و قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے اور سنت پر عمل کرنے کے تقاضوں کے لحاظ سے دنیا و آخرت میں کامیاب زندگی کی ضمانت کیلئے الہامی سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس لئے دنیائے اسلام کو چاہئے کہ اس عظیم الشان دن کے حقائق و بلند پایہ مفاہیم اور نہفہ تعلیمات کو نہ صرف فرزندان توحید بلکہ عالم بشریت تک پہنچائے تاکہ عظیم ترین انسانی آرزوؤں کو زندہ و تابندہ بنایا جاسکے۔ غدیر پر پردہ ڈالنا حیات بشریت پر پردہ ڈالنے کے مترادف ہے، اس لئے کہ انسانی معاشرے کی سعادت مندی کی طرف ابدی ہدایت الہی راہنما یعنی امیر المؤمنین علیہ السلام کی امامت و قیادت ہی میں پوشیدہ ہے۔ اس لئے غدیر پر گفتگو ہر زمانہ کی ضرورت اور ہم سب کا وظیفہ ہے، اسے تاریخ کے کسی حصہ سے مخصوص نہیں کیا جاسکتا ہے۔

یہ کہنا آسان ہے کہ ”جو واقعہ صدیوں پہلے گذر چکا آج اس کے بارے میں بحث و گفتگو سے سوائے اختلافات پیدا ہونے اور فتنہ برپا ہونے کے کچھ حاصل نہیں ہونے والا ہے، اس لئے ایسی بحث نہ کی جائے جو اتحاد بین المسلمین کے خلاف ہو یا امت مسلمہ کا ایک دوسرے سے قریب ہونے میں مانع ہو“ لیکن

مسلمانوں کے لئے مشترک دشمن بھی ہیں جو اصل اسلام و قرآن اور مسلمانوں کو نابود کرنا چاہتے ہیں اس لئے سب کو متحد ہو کر دین و قرآن کی حفاظت میں سعی کرنی چاہئے۔ مگر اس کے معنی ہرگز یہ تو نہیں ہوتے کہ ہم پر جو دوسری اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس سے سبکدوش ہو جائیں اور دین اسلام کے مسلمہ اصول و حقائق کو بیان کرنے سے گریز کرنے لگیں، امت اسلامیہ کی وحدت کو اصل ہدف قرار دیتے ہوئے حقائق شرعیہ کو فرعی حیثیت دیکر قربان کر دینا خلاف عقل ہے۔ بلکہ اگر اسلام اتحاد بین المسلمین کی دعوت دیتا ہے تو وہ تحفظ دین کے مقصد کی خاطر ہے تاکہ حقیقت دین و اسلام باقی رہے ورنہ جب خود اسلام نہ ہوگا تو مسلمانوں کا اتحاد چہ معنی دارد؟ نبی اکرم ﷺ کی تاریخ و سیرت اس حقیقت کی عکاس بھی ہے اور بہترین شاہد و تائید بھی ہے۔ حضرت ختمی مرتبت ص جانتے تھے اور خبر بھی دے دی تھی کہ بنی امیہ علیہم اللعن حضرت علی علیہ السلام اور بنی ہاشم کے دشمن ہیں اور وہ امیر المومنین ع کی ولایت و سرپرستی ہرگز تسلیم نہیں کریں گے مگر اس کے باوجود آنحضرت ص نے حق بیان کرنے اور حقیقت آشکار کرنے سے گریز نہیں فرمایا اور نہ ذرہ برابر کوتاہی فرمائی، بلکہ اپنے ۲۳ سالہ دور رسالت میں ہر مقام پر، مختلف عنوان سے اور ہر صورت میں، کئی کئی بار ولایت علی بن ابی طالب علیہما السلام کا اعلان فرماتے رہے اور لوگوں کو اس کی طرف توجہ دلاتے رہے، جبکہ آپ بطور قطع اس بات سے واقف تھے کہ ہنگام وفات سے ہی اس موضوع کے بارے میں اختلاف شروع ہو جائے گا اور یہ اختلاف امت کے اصحاب صغار نہیں کبار اصحاب میں رونما ہوگا اور تا ظہور امام مہدی علیہ السلام باقی رہیگا پھر بھی بیان فرمایا اور حق کو آشکار کیا، یہاں تک کہ روز غدیر خم دلوں سے ہر طرح کی تردید اور شک و شبہ دور کرنے کیلئے حضرت علی علیہ السلام کا دست مبارک بلند کر کے لوگوں کیلئے

خلیفہ نصب کر دیا تاکہ سارے صحابہ اور ساری امت دیکھ لے کہ خدا کے رسولؐ نے اس ولایت و امامت کیلئے کس قدر تاکید و اہتمام فرمایا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حقائق کو بیان کرنا ہی اصل ہے، کسی اور مسئلہ کو اہم بنا کر اسے قربان نہیں کر سکتے ہیں، حتیٰ اگر اس کے بیان کرنے سے مسلمانوں میں دو گروہ بھی ایجاد ہو جاتے ہیں تبھی اسے پس پشت نہیں ڈال سکتے ہیں۔ تو اس کے یہ معنی بھی نہیں ہوتے کہ مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریباں رہے اور اپنے ہی وجود کو نابود کرنے پر اتر آئے، بلکہ محکم دلائل و براہین کے ساتھ اپنے مکاتب فکر کے نظریات بیان کرتے ہوئے ایک دوسرے کو برداشت کرے اور ”الذین یستمعون القول ویتبعون احسنه“ کی بنیاد پر حق بات کو تسلیم کرے اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت بھی دے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ اپنے مشترک دشمن سے بھی ہوشیار رہے۔ امام حسین علیہ السلام کا قیام بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے، آپ بخوبی واقف تھے قیام سے مسلمانوں میں دو گروہ ہو جائیں گے اور شدید نزاع پیدا ہوگا، مگر بخاطر اتحاد بین المسلمین اصل حقیقت امر بہ معروف و نہی از منکر، (کہ جس میں اسلامی آمر و ناہی کے مصداق کو بیان کرنا اور لوگوں کو اس کی طرف توجہ دلانا تھا جسے وہ بھول گئے تھے یا بھلا دیا تھا) سے غافل نہیں ہوئے۔

خود امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی سیرت اور روش بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ بعض لوگوں کے خیال کے مطابق طلحہ و زبیر اور معاویہ کو بیجا امتیاز فراہم کر کے جنگ جمل و صفین جیسے معرکوں کو ٹال سکتے تھے تاکہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف ایجاد نہ ہوتا اور ہزاروں مسلمان قتل ہونے سے محفوظ رہ جاتے لیکن امام علیہ السلام اصول اسلام اور حقائق شریعت کے تحفظ کی خاطر ہرگز اس بات سے راضی نہ ہوئے کہ حق

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس
میں تفرقہ نہ پیدا کرو۔

إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا
رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ

(انبیاء ۹۲)

”بے شک یہ تمہارا دین ایک ہی دین اسلام ہے اور
میں تم سب کا پروردگار ہوں لہذا میری ہی عبادت کیا
کرو۔“

قرآن کریم کی بے پناہ تاکید کے باوجود اس سے غافل
نہیں ہوا جاسکتا ہے کہ وحدت کے لئے محور اور بنیاد ضروری ہے
جب تک اسے متعین نہیں کیا جائے گا اختلاف و انتشار ناگزیر
ہے۔ اگر اس مقام پر کوئی قرآن کریم کے امام ہونے کا دعویٰ
کرے تو یہ تنہا امام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اس لیے کہ امیر
المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق قرآن
کریم کی مختلف تاویلیں، وجوہات ہیں جن کی بنا پر اس کے ایک
ایک لفظ کو ایک تاویل پر حمل کر سکتے ہیں، اسی بنا پر ہم مشاہدہ
کرتے ہیں کہ قرآن کریم باوجود یکہ آسمانی کتاب کو امام کے
عنوان سے متعارف کراتا ہے:

وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا
وَرَحْمَةً

(ہود ۱۷)

صُفِّ اِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ

(اعلیٰ ۱۹)

مگر پھر بھی اس پر اکتفا نہیں کی بلکہ جناب ابراہیم کو امام
ناطق کے عنوان سے پہچنوا یا:

کو پس پشت ڈال کر جمل و صفین جیسے معرکوں کو ٹال دیا جائے۔ علمی
تحقیق اور کشف حقائق کے لئے اہل علم کے درمیان ہمیشہ اور ہر
حال میں دروازہ کھلا رہا ہے اور کھلا رہے گا، ولایت و امامت اہل
بیت علیہم السلام کا شعار دے کر نہ اقرار شہادتین کے فقہی آثار کا
انکار کیا جاسکتا ہے، اور نہ ہی اتحاد بین المسلمین کا نعرہ بلند کر کے
اصول ایمان میں اختلافی پہلوؤں کے لازمی آثار سے صرف نظر کیا
جاسکتا ہے۔

۲۔ امام برحق ہی کی قیادت میں وحدت ممکن ہے:

اسلام مسلمانوں کے درمیان اتحاد و ہم آہنگی کی بے پناہ
تاکید کرتا ہے قرآن نے اس سلسلے میں کئی مقام پر اشارہ کیا ہے:
”اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم
بنعمتہ اخوانا“ (آل عمران ۱۰۳) (تم لوگ اس وقت کو یاد
کرو جب آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت
پیدا کر دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے) ”ولا
تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاء
ہم البینات و اولئک لہم عذاب عظیم“۔ (آل
عمران ۱۰۵) (اور خبردار ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے
تفرقہ پیدا کیا اور واضح نشانیوں کے آجانے کے بعد بھی اختلاف کیا
ان کے لئے عذاب عظیم ہے)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ

(حجرات ۱۰)

(مومنین آپس میں بالکل بھائی بھائی ہیں)

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا
تَفَرَّقُوا

(آل عمران ۱۰۳)

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ
فَاتَّمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ
إِمَامًا

(بقہ ۱۲۴)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تنہا قرآن کو امام قرار نہیں دیا جا سکتا ہے جب تک کہ اس امام صامت کے ساتھ امام ناطق کو امام نہ مانا جائے تاکہ اختلاف کی شکل میں حق کو آشکار کرے اور وہ اہل بیت پیغمبر ہی ہیں جن کی لایق و منجانب اللہ قیادت و امامت کے سائے میں سعادت مند راستہ طے کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ علمی بحث و گفتگو، اتحاد و اتفاق کا پہلا قدم ہے:

کتاب مل و نخل میں شہرستانی لکھتے ہیں:

امت کے درمیان سب سے بڑا اختلاف مسئلہ امامت کا اختلاف ہے..... (مل و نخل، ج ۲۴) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ غیر علمی اور غیر منطقی بحثوں نے مسلمانوں میں شدت کا عناد اور دشمنی پیدا کی ہے۔ لیکن اگر علمی بحث و گفتگو کی روشنی میں ہر فرقہ دوسرے فرقے کے واقعی عقاید کی تہہ تک پہنچ جائے اور معلوم ہو جائے کہ اس کے عقائد کی بنیاد عقل و قرآن اور سنت پیغمبر ص پر قائم ہے تو ایک دوسرے کے درمیان دشمنی کم ہو سکتی ہے اور تعصب کو مٹایا جاسکتا ہے، دو فرقوں میں شدید ترین اور اہم ترین نفرت کا سبب ایک دوسرے کے عقائد سے نہ واقف ہونا ہے، یا اسے بغیر کسی دلیل و منطق کے خیال کرنا ہے۔ مثلاً شیعوں کو ان کے عقیدہ ”بداء“ کی بنا پر کفر سے نسبت دینا، اور ”تقیہ“ کی وجہ سے نفاق کا الزام دینا کیونکہ وہ اس عقیدہ و عمل کی حقیقت اور اصل مفہوم سے بے خبر ہیں، اور مسئلہ امامت و ولایت اہل بیت علیہم السلام بھی اسی طرح ہے۔

اگر اہل سنت مذہب امامیہ کے عقیدہ امامت اور اس کے شرائط وغیرہ کی بنا پر غلو کا الزام لگاتے ہیں تو اس کی اہم ترین وجہ علمی و منطقی طریقہ سے اسے درک نہ کر پانا ہے، یا صحیح طریقے سے خود ہم نے اس سے متعارف نہیں کرایا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جہاں جہاں صحیح اور علمی و اخلاقی طریقے سے حق ادا کیا ہے اس سلسلے میں بے پناہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے ہیں، اور فرقوں کے معزز افراد میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم ہوتی گئی اور یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا جس کے چند نمونے ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں: شیخ محمود دہلوتی کا فتویٰ، اور ڈاکٹر محمد محمد فحام، شیخ محمد غزالی، عبدالرحمن نجار، استاد احمد، شیخ محمد ابو زہرہ، استاد محمود سراطوی، استاد عبدالفتاح عبدالقصور، ڈاکٹر حامد حنفی، ڈاکٹر عبدالرحمن کیالی، استاد ابوالوفا غنیمی تفتازانی جیسے بزرگ محققین اور مفتیان عالم اسلام کی شخصیتیں نمایاں ہیں۔ کیا علمی بحث و گفتگو کے نتیجے میں ہر طرح کی دشمنی و کینہ اور نفرتوں کو بالائے طاق رکھ دینے والوں میں علامہ شیخ محمد مرعی امین انطاکی، علامہ شیخ احمد امین انطاکی، ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی، صائب عبدالحمید، استاد صالح الوردانی، استاد معتمد سید احمد سوڈانی مشہور مصری وکیل و مدرّش عقلائی، علامہ ڈاکٹر محمد حسن شحاتہ، شیخ محمد عبدالعال، محمد شحاتہ، اسعد وحید قاسم (فلسطینی طبیب) جیسے ہزاروں کی تعداد میں ان سعادت مندوں کو فراموش کیا جاسکتا ہے!!؟؟؟

۴۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دینی مرجعیت کا تعین:

عہدہ امامت ایک الہی منصب ہے جو دینی و دنیوی دونوں اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے اس کے علاوہ اس کے تاریخی پہلوؤں کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں۔ اور فرض کر لیں کہ تاریخی اعتبار سے اس کا زمانہ گزر چکا ہے اور اب وہ ماضی کے پردے میں جا چکا

اسلامی قیادت ورہبری کا خلا بھی پورا ہو جاتا ہے اور دینی مشکلات اور شرعی مسائل بھی حل ہو جاتے ہیں۔

اور اسی مطلب کی طرف تو مولائے کائنات نے نبی البلاغہ میں اشارہ فرمایا ہے:

فَإِنَّ تَذَهَبُونَ وَأَنْتُمْ تُوَفَّكُونَ وَالْأَعْلَامُ قَائِمَةٌ
وَالْآيَاتُ وَاضِحَةٌ وَالْمَنَارُ مَنْصُوبَةٌ فَإِنَّ يَتَأَهَّبُكُمْ
وَكَيفَ تَعْمَهُونَ وَبَيْنَكُمْ عِثْرَةٌ نَبِيَّكُمْ وَهُمْ أَرَمَةٌ
لِلْحَقِّ وَأَعْلَامُ الدِّينِ وَالسُّنَّةِ الْحَقِّ

(نبی البلاغہ عبدہ، جلد ۲ ص ۱۹)

”اے لوگو! کہاں جا رہے ہو؟ حق سے منحرف کیوں ہو رہے ہو پرچم حق بلند ہے اس کی نشانیاں آشکار ہیں، جب کہ چراغ ہدایت کے راستے روشن ہیں، گمراہوں کی طرح کہاں چلے جا رہے ہو؟ کیوں سرگرداں ہو؟ جب کہ تمہارے نبی کی عترت تمہارے درمیان ہے، وہی لوگ رہبران حق پیشوایان دین اور سچائی و صداقت کی زبان گویا ہیں) اُنْظُرُوا أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ وَالتَّبِعُوا
أَثَرَهُمْ فَلَنْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ هُدًى... الخ“

(نبی البلاغہ عبدہ، جلد ۲ ص ۱۹)

(اے لوگو اپنے نبی کے اہل بیت کی طرف توجہ کرو وہ جس مقام پر اپنے قدم رکھیں اسی جگہ تم بھی قدم رکھو وہ تمہیں راہ ہدایت سے باہر نہیں کریں گے، ہلاکت و پستی کی طرف واپس نہیں لے جائیں گے، اگر وہ خاموش رہیں تو تم بھی خاموش رہو، اگر قیام کریں تو تم بھی قیام کرو، ان سے آگے نہ چلے جاؤ ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے ان سے پیچھے نہ رہ جاؤ ورنہ نابود

ہے) (بقول شخصہ اب گڑے مردے اکھاڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے) یہ اس وقت صحیح ہوتا جب اس کا تعلق صرف تاریخ سے ہوتا، مگر جب وہ دین و ایمان سے تعلق رکھتا ہے تو اب ماضی کی داستان کہہ کر اس سے منہ نہیں موڑ سکتے ہیں، نہ صرف اس وقت اس کی ضرورت باقی ہے بلکہ تا قیامت ضرورت باقی رہے گی۔ اس بنا پر اگر ہم امامت و ولایت کی بحث و گفتگو کرتے ہیں تو اس مقصد کی خاطر کہ ہمارا دینی مرجع کون ہے؟ اور آج ہم دین کس سے حاصل کریں؟ نبی اکرم ﷺ کی واقعی سنت کس کے پاس ہے؟ دین اور دین کے معارف ابوالحسن اشعری، ابوالحسن بصری، ابن تیمیہ، فضل بن روز بہان اور دین کی فقہ ائمہ مذاہب اربعہ سے حاصل کریں!! جیسا کہ اہلسنت اور وہابیوں کا عقیدہ یہی ہے۔ یا معصوم اور صاحب علم لدنی جیسے افراد جو سوائے اہل بیت پیغمبر ﷺ کے کوئی دوسرا نہیں ہے جن کے سینوں میں پیغمبر ﷺ کا علم و کمال پایا جاتا ہے، ان کی پیروی کریں۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے جس پر قرآن کی آیتیں اور بے شمار روایتیں دلالت کرتی ہیں، اور مذہب امامیہ اسی پر تاکید اور شدت سے گامزن ہونے کے ساتھ دوسروں کو بھی اس کی تلقین و رہنمائی کرتا ہے کہ صاحب رسالت نبی اکرم ﷺ سے غیر معمولی فاصلہ ہو جانے، اور مختلف مکاتب فکر کے وجود میں آ جانے، اور شدت کے ساتھ آراء و نظریات کے متصادم ہونے کے بعد، ہر مسلمان پر واجب ہے کہ حضرت پیغمبر کی صحیح سنت اور اسلام کے حقیقی معارف تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ایسا راستہ اختیار کرے جو قابل اطمینان بھی ہو اور خدا و رسول کی طرف سے تائید شدہ بھی ہو۔ اسی لئے وفات پیغمبر ﷺ کے بعد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو امامت و ولایت کے لیے خلیفہ بلا فصل کے عنوان سے منصوب ہونا قرار دیتے ہیں، جس سے امور حکومت و سیاست میں

ہو جاؤ گے،)

أَيُّنَ الَّذِينَ زَعَمُوا أَنَّهُمُ الرَّاسِخُونَ فِي
الْعِلْمِ دُونَنَا كِذْبًا وَ بَغْيًا
عَلَيْنَا.. الخ

(نہج البلاغہ عہدہ، جلد ۲ ص ۵۵)

کہاں ہیں وہ لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ راسخون فی
العلم ہیں اور ہم اہل بیت نہیں ہیں، لوگوں نے
ہمارے خلاف جھوٹ، ظلم و ستم کی بنیاد پر ایسا دعویٰ
پیش کیا ہے، خداوند عالم نے ہم اہل بیت کو بلند کیا اور
انہیں پست و خوار کیا، ہمیں عطا فرمایا انہیں
محروم۔۔۔)

هُمْ عَيْشُ الْعِلْمِ وَ مَوْتُ الْجَهْلِ
يُخْبِرُكُمْ جِلْمُهُمْ عَنْ عَلَيْهِمْ وَ ظَاهِرُهُمْ
هُمْ عَنْ بَاطِنِهِمْ وَ صَمْتُهُمْ عَنْ حِكْمِهِمْ
مَنْطِقُهُمْ... الخ

(نہج البلاغہ، صحیحی صالح خطبہ ۱۳)

(وہ ”اہل بیت“ علم و دانش کے رمز حیات اور جہل و
نادانی کے راز مرگ ہیں، ان کا علم ان کے علم کا، ان کا
ظاہر ان کے باطن کا، ان کا سکوت ان کے نطق کا
تمہیں خبر دیتا ہے، دین خدا کی مخالفت کرتے ہیں
اور نہ ہی اس میں اختلاف کرتے ہیں)

یہ حقیقت ہے کہ خداوند متعال نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو
تمام مسلمانوں کے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے، لیکن یہ بات ذہن
میں رہے کہ پیغمبر اکرم کے بعد ایسے حالات، مواقع پیش آئے ہیں
جو عہد پیغمبر سے بالکل مختلف تھے ان حالات میں مسلمان کسے اپنا

آئیڈیل بنائے، اس لیے ضرورت تھی کہ پیغمبر جیسا کردار والا
موجود ہوتا کہ وہ جہاں قدم رکھے امت بھی وہیں قدم رکھے، وہ
جہاں سکوت اختیار کرے مسلمان بھی خاموش رہے، وہ جہاں قیام
کرے مسلمان بھی ان کے ساتھ رہے، کہ اگر قاریان قرآن و
حافظان قرآن اور شب زندہ دار لوگوں کے خلاف تلوار اٹھالے تو
اسے پیشانی پر سجدوں کے نشانات، مؤمن کی ظاہری نشانیاں
دھوکہ نہ دے سکیں۔ اسی طرح جب ایسا زمانہ آجائے کہ اسلام
کے نام سے یزید تمام اسلامی ممالک کا حاکم اسلامی کے عنوان
سے تخت نشین ہو جائے تو ایسے وقت میں پیغمبرانہ کردار ہو جو
انسانیت کے لیے تاقیامت اسوہ حسنہ کا نمونہ پیش کر سکے جو تا
قیامت ہر ایک کے لیے مشعل راہ ہو، اس لئے ہر دور میں جانشینی
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بحث و گفتگو کی ضرورت ہے، تاکہ
قرآن کو نیزوں پر بلند کرنے کے موقع پر وہ قرآن ناطق بن کر
سامنے آجائے، بحث امامت کی ضرورت ہے تاکہ یزید پلید کے
مقابلے میں دین محمدی کو بچانے کے لیے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کردار
پیش کر سکے، وفات پیغمبر کے بعد اس لیے گفتگوی امامت کی
ضرورت ہے تاکہ یہ روشن ہو جائے کہ خدا کی طرف سے دین کی
زعامت کی صلاحیت کس کے اندر پائی جاتی ہے جو تا قیامت
اسلامی معاشرے کی سعادت مندوں کی طرف رہنمائی کر سکے،
اور جب ایسا فرد متعین ہو جائیگا تب خود بخود دامت بلکہ انسانیت اس
کے پرچم تلے گھٹنے ٹیک دے گی اور اتحاد و یکجہتی کی فضا قائم ہو
جائے گی تب نہ کوئی اختلاف ہوگا نہ انتشار۔

آؤ سب مل کر اسی سلسلے کے آخری متفق علیہ خلیفہ امام
مہدی علیہ السلام کے ظہور کی دعا کریں اور خدا سے التجا کریں
خدایا! وارث غدیر، امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور پر نور میں تعجیل
فرما اور ہم سب کو ان کے اعوان و انصار میں قرار فرما۔ آمین

ایک اشتباہ کا جواب:

رسول اللہ نے شیخین کو اس قدر اپنے قریب کیوں آنے دیا؟

اس تاریخی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ”شیخین“ یعنی خلیفہ اول و دوم دونوں کا شمار ہجرت کرنے والوں میں ہوتا ہے، یعنی وہ گروہ جس نے حضورؐ کی ہجرت سے پہلے ہی مکہ میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس گروہ کا اسلامی سماج میں شروع سے ہی ایک الگ احترام رہا ہے۔ اس گروہ میں وہ افراد تھے جنہوں نے دین کے لیے بہت سی قربانیاں پیش کیں۔ اپنے گھر بار، خاندان، وطن، تجارت سب کچھ قربان کر کے اللہ کے رسولؐ کا ساتھ دیا۔ یہ مہاجرین غزوہ بدر و احد میں آنحضرتؐ کے ہم رکاب رہے۔ اس گروہ میں یہ دونوں افراد بھی تھے جن کی (کسی بھی شکل میں ہو) رسولؐ اکرم سے رشتہ داری بھی تھی۔ یہ دونوں حضورؐ کے خاندان سے نہ تھے، ہاں ان کی بیٹیاں رسولؐ اکرم کی زوجیت میں تھیں۔ اس کے علاوہ رسولؐ اللہ کے ساتھ ابوبکر کا مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا بھی بیان کیا جاتا ہے۔ اس طرح کی نسبتوں نے شیخین کو رسولؐ خدا سے ایک طرح کی قربت دلادی تھی۔ اور یہی رشتہ داری ایک ایسا ”چیک“ تھی، جسے دونوں نے سقیفہ کے ”بینک“ میں بھنا کر بحسن و خوبی خلافت و حکومت حاصل کر لی۔ جب سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے بڑے بڑے سردار مدینے کی حکومت پر اپنی اپنی دعوے داری پیش کر رہے تھے، انصارِ مدینہ کے اس ہجوم میں صرف تین مہاجرین نے بازی ماری۔ کیوں؟ کس طرح؟ صرف اس بناء پر کہ ابوبکر رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم وطن ہیں اور ان کے رشتہ دار ہیں اس لیے خلافت پر حق ان کا ہے۔ اس طرح اسلام میں حکومت کا معیار رسولؐ اللہ سے قرابت داری بن گیا۔ ایسا نہیں کہ کوئی اور رسولؐ سے اتنا قریب نہ تھا۔ سب سے پہلے اسلام کا اعلان

کرنے والے حضرت علیؑ ہیں، سب سے پہلے رسولؐ کے ساتھ نماز ادا کرنے والے علیؑ بن ابی طالب ہی ہیں، آغوش پیغمبرؐ کے پروردہ بھی علیؑ ہیں، نبی اکرمؐ کے چچا زاد بھائی، رسولؐ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ کے شوہر حضرت علیؑ ہیں، بنص قرآن نفس رسولؐ بھی علیؑ ہیں۔ ان سے زیادہ کسی کو کیا رسولؐ کی قرابت داری ملے گی، ایک نور، ایک خاندان۔ لایسبق بقرابتہ فی رحم ولا بسابقہ فی دین نہ کسی کو دین میں علیؑ سے زیادہ سبقت حاصل ہے نہ کوئی قرابت داری میں رسولؐ کے اتنا قریب ہے، جتنا علیؑ ہیں، مگر افسوس جب مولانا علیؑ نے از طرف خدا بذریعہ پیغمبرؐ اعلان ولایت و وصایت کا حوالہ دینے کے بعد خلیفہ کے اسی معیار قرابت کو بنیاد بنا کر اپنے حق کا دعویٰ پیش کیا تو اس کو قبول نہیں کیا گیا۔ بہر حال وفات نبی اکرمؐ سے قبل یعنی حیات پیغمبرؐ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ان لوگوں کے کئی ایسے کارنامے ہیں جو ان کے کردار پر آج بھی سوالیہ نشان بنے ہوئے ہیں، مگر جو ایک سوال ذہنوں میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ جب سرورِ عالمؐ کو اس بات کی خبر تھی کہ یہ لوگ ان کے بعد دین میں بدعتیں ظاہر کریں گے تو کیوں کر ان کو اس قدر اپنے قریب آنے دیا؟ کیوں آپؐ نے ان دونوں کی بیٹیوں سے شادی کی؟ کیوں شیخین کو اپنے ساتھ رکھا؟ اس طرح کے سوال کچھ لوگ نادانی میں کرتے ہیں تو کچھ اس لیے کرتے ہیں تاکہ مولانا علیؑ کے ماننے والوں کے دل میں شکوک پیدا کر دیں۔ اہل سنت ان سوالات سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ حضورؐ کی یہ منشا تھی کہ شیخین ان کے قریب آئیں تاکہ ان کے بعد یہ دونوں خلافت کے اہل ہو جائیں۔ ان کا یہ نتیجہ نکالنا اس وجہ سے بے بنیاد ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ان دونوں

سے کہیں زیادہ قریب اپنے داماد علیٰ ابن ابی طالب کو رکھا تھا۔ اس لیے رسول اللہ کی نیابت اور خلافت کا حقدار صرف حضرت علی بن ابی طالب ہی ہیں۔ آئیے اب ہم اس اعتراض کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام میں نبی سے قربت کا معیار نہ رشتہ داری ہے اور نہ ہی ان کی صحبت ہے۔ قرآن مجید میں متعدد انبیاء کے واقعات موجود ہیں۔ ان انبیاء کی داستانوں میں ان کی قربانیوں کا ذکر ہے، ان کے اقوال اور ان کی ہدایات کا ذکر ہے۔ اسی طرح دین خدا کے ان مخلص افراد کا دشمنانِ خدا سے مقابلہ کرنا اور دین کی حفاظت میں ثابت قدم رہنے کی جو حکایات قرآن مجید میں موجود ہیں یہ تمام اہل ایمان کے لیے نمونہ عمل ہیں۔ ان انبیاء و مرسلین کی تعلیمات، ان کی زندگی کے مختلف واقعات جو جگہ جگہ بیان ہوئے ہیں، سب کے سب ہماری ہدایت کیلئے مشعلِ راہ ہیں۔ اب ذرا غور فرمائیں: جناب ابراہیمؑ کی داستان میں یہ بتانا کیوں ضروری سمجھا گیا کہ ان کی پرورش کرنے والے ان کے چچا ”آذر“ بت پرست تھے مگر ان کے چچا کی بخشش نہیں ہوگی؟ قرآن نے جناب لوطؑ کی کہانی میں ان کی بیوی کے کردار کا ذکر کرنا کیوں ضروری سمجھا؟ آخر اس بات کا تذکرہ کیوں ہو رہا ہے کہ لوطؑ تو نبی برحق تھے مگر ان کی بیوی جہنمی ہے (”کانت من الغابریین“)? جناب نوحؑ کی داستان میں یہ بتانا کیوں ضروری سمجھا گیا کہ ان کی زوجہ اور ایک بیٹا کشتی میں سوار نہ ہونے کی وجہ سے ڈوب گئے اور ہلاک ہو گئے؟ اور پھر اس کے مقابلہ میں زن فرعون جناب آسیہ کو نہ صرف جنتی بلکہ سردارِ زنانِ بہشت قرار دیا جانا، و۔۔۔ ان سب کا ذکر اس لئے قرآن نے ضروری سمجھا تا کہ یہ بات مسلمانوں کے لیے واضح ہو جائے کہ کسی بھی نبی سے قربت کا معیار صرف ان سے رشتہ داری نہیں قرار دی جاسکتی۔ جناب نوحؑ کی داستان میں ہم پڑھتے ہیں کہ جب طوفان آیا تو جناب نوحؑ خدا سے فریاد کرتے رہے پرودگار میرا بیٹا ڈوب رہا

ہے اسے بچالے۔ وہ میرے اہل میں سے ہے جواب آیا: نہیں، وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے کیوں کہ اس کا عمل برا ہے۔ (اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيُرُ صَالِحٍ)۔ اسی طرح ایک مقام پر قرآن جناب ابراہیمؑ کا یہ فرمان نقل کرتا ہے۔ فمن تبعني فهو مني۔ جو میرا اتباع کرے گا وہ مجھ سے ہے یہی سبب ہے کہ جناب موسیٰ کی پرورش فرعون کے محل میں تو ہوئی مگر خود فرعون کا فرہی رہا اور اس کی بیوی مومنہ اور جنتی قرار پائی۔ اسی طرح کا فرمانِ الہی خود سرورِ کائنات کے چچا ابولہب اور اس کی زوجہ ام جہیل کے لیے آیا۔ ان کے کردار کی بنا پر ہی قرآن نے ان دونوں کے جہنمی ہونے کا اعلان کر دیا۔ لہذا یہ بات طے ہے کہ نبیؐ سے قربت کا معیار رشتہ داری اور صحابیت نہیں بلکہ خدا پر سچا ایمان اور نبی کی صحیح طور سے پیروی ہے۔ یہی سبب ہے کہ کسی کی ہم نشینی یا رشتہ داری کو رسولؐ سے قربت کی دلیل نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر یہ دیکھنا ہے کہ شیخین کس قدر رسول خدا ﷺ سے قریب تھے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ کس قدر ان دونوں نے رسول اللہ کے فرامین پر ان کی زندگی میں اور آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد عمل کیا ہے۔ اس لیے پہلے تو اسی بات کا جائزہ لیا جائے کہ کیا واقعتاً شیخین رسول اللہ کے قریب تھے؟ اس لیے کہ یہ امت کے لیے ایک امتحان ہے کہ وہ کس طرح رسولؐ کی پیروی کرتی ہے۔ آیا امت رسولؐ کے اعلانِ غدیر کو اہمیت دیتی ہے یا اعلانِ سقیفہ کو جہاں نہ پیغام خدا ہے نہ نزولِ وحی اور نہ جبرئیل کا آنا؟

۲۔ بات یہ ہے کہ خود پیغمبر اکرمؐ نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ میری امت کے حالات بھی ویسے ہی ہوں گے جیسے بنی اسرائیل کے حالات تھے حتیٰ کہ اگر ان کا کوئی فرد کسی وادی میں داخل ہوا ہے تو اس امت سے بھی ایک فرد اس وادی میں داخل ہوگا۔ آنحضرتؐ کا یہ قول شیعہ سنی دونوں کی مستند کتابوں میں منقول ہے اور دونوں اس کے قائل ہیں۔ جناب موسیٰ کی داستان میں ہم

پڑھتے ہیں کہ جب جناب موسیٰ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ کی اہلیہ سفرانے ان کے وصی سے جنگ کی۔ یہی حال ہم نے جنگ جمل میں دیکھا، جب رسولؐ کی ایک زوجہ ان کے خلیفہ برحق اور وصی حضرت علیؓ سے جنگ کرنے کے لیے ایک بڑا لشکر لیکر پہونچ گئیں۔ اگر جناب موسیٰ اس عورت سے شادی نہ کرتے تو حضور بھی اس سے شادی نہ کرتے۔ اسی طرح اعلان غدیر کو فراموش کر کے سفیفائی سامریوں کا مسلمانوں کو جانشین رسول اللہ سے منحرف کر دینا ایسا ہی ہے، جیسے سامری کا جناب موسیٰ کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل کو فریب دینا ہے کہ وہ ان کے خلیفہ جناب ہارونؑ سے منحرف ہو جائیں۔ اگر جناب موسیٰ سامری کو اپنے قریب نہ آنے دیتے اور اس کو بنی اسرائیل سے نکال باہر کرتے تو پیغمبر اسلام بھی اپنی قوم کے سامریوں کو قریب نہ آنے دیتے۔

۳۔ تیسری بات جو اس شبہ کے جواب میں کہی جاسکتی ہے وہ یہ کہ پیغمبر اسلام ﷺ کو لوگوں کے ظاہر پر اعتبار کرنے کا حکم تھا۔ یعنی اگر کوئی منافق ان کے سامنے آ کر اپنے کو صاحب ایمان ظاہر کرتا تو ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس کو مومن شمار کر لیں اور اس کی حقیقت کو پوشیدہ رکھیں۔ اس کی دلیل قرآن کی متعدد آیات ہیں جن میں سورہ منافقون کی ابتدائی آیت بھی ہے۔ اس کے علاوہ آپؐ نے کئی مرتبہ منافقین کے نام اپنے قابل اعتماد اصحاب کو بتائے مگر ان کو حکم دیا کہ کسی اور پر ظاہر نہ کریں۔ سنت الہی اور سنت رسولؐ یہی رہی ہے کہ وہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی ظاہر کو قبول کرتے اور منافق کو اپنی بزم میں آنے دیتے تھے یہ الگ بات ہے کہ جب نبی کو حد درجہ اذیت ہوتی ہے تو اسے باہر بھی نکال دیتے ہیں۔

۴۔ شیطان ایک جن ہے۔ اس نے سالہا سال زمین پر اللہ کی عبادت اس شدت سے کی کہ اس کو آسمانوں پر اٹھالیا گیا اور

ملائکہ کی بزم میں جگہ دی گئی۔ پھر جب جناب آدمؑ کو زمین پر اللہ کی خلافت و دیعت کی گئی اور تمام اہل آسمان کو جناب آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو تمام ملائکہ نے سجدہ کیا مگر شیطان نے انکار کر دیا۔ اس نے اپنی اکڑ ظاہر کی اور خدا سے لڑ پڑا یہاں تک کہ اسے جنت سے نکل جانے کا فرمان جاری کیا گیا۔ اس پر اس نے اپنی بدبختی کا اظہار کیا اور آدمؑ سے بدلہ لینے کے لیے ان کی اولاد کو گمراہ کرنے کی اجازت مانگی۔ اس راہ میں جو کچھ اختیارات اس کو چاہیے تھے، سارے مل گئے۔ ان تمام باتوں کا علم اللہ کو جو عالم الغیب و الشہادۃ ہے، ازل سے تھا کہ شیطان یہ سب کرے گا اور اس کے بندوں کی گمراہی کا سبب بنے گا۔ شیطان کی خلقت سے پہلے خدا اس بات کو جانتا تھا کہ اس ملعون کے فریب میں آ کر لاتعداد انسان جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ سوال یہ ہے کہ جب خدا کو ان تمام باتوں کا علم پہلے سے تھا تو پھر کیوں اس نے شیطان کو ملائکہ کی بزم میں شامل ہونے دیا۔ دوسرے لفظوں میں کیوں اللہ نے اسے اپنی قربت کا موقع فراہم کیا؟ جب خدا کے علم میں تھا کہ شیطان ایک دن بغاوت کر بیٹھے گا تو اس کو اپنی جنت میں کیوں داخل کیا؟ جب خدا جانتا تھا کہ شیطان بنی آدم کا دشمن بن کر ان کو صراط مستقیم سے بھٹکائے گا تو کیوں اس کو اتنے اختیارات دیے گئے؟ ان تمام سوالات کا جو جواب ہے وہی اس سوال کا جواب بھی ہے کہ جب رسول اللہ جانتے تھے کہ یہ لوگ ان کی امت کو گمراہ کریں گے تو پھر ان کو اس قدر قریب کیوں آنے دیا؟ یقیناً اس سوال کا جواب یہی ہے کہ خدا اس امت کا امتحان لینا چاہتا ہے کہ پتہ چلے کون حقیقی معنوں میں رسولؐ کی پیروی کرتا ہے اور کون اس سے بھٹک جاتا ہے جو آج بھی مسلمانوں کو یہ قرآنی و تاریخی حقائق پر غور کرنے کی دعوت فکر دیتے ہیں۔

ہیں۔

حجت مذہب، معجز نما کتاب ”عبقات الانوار“ کا تعارف

اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی دعوت دیتے ہیں جس کی برکت سے شام والوں میں خصوصاً بلاد جبل عامل اور جنوبی لبنان میں بہت سے افراد شیعہ مذہب قبول کر لیتے ہیں۔ آنے والے زمانوں میں بھی بزرگ علماء جیسے شیخ صدوق، شیخ مفید، سید مرتضیٰ، شیخ طوسی، علامہ حلی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور ان کے علاوہ دوسرے علماء بزرگ نے بحث امامت اور اس کی منزلت و اہمیت کو درک کرتے ہوئے بڑی معرکہ الآرا اور عظیم الشان کتابیں تدوین و تالیف کی ہیں، جس کی راہ میں بے پناہ رنج و مشکلات اور زحمتوں کا سامنا بھی کیا ہے۔ مرحوم علامہ امینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے ”شہداء الفضیلہ“ میں ان تمام نامور اور پاکیزہ ہستیوں کے نام درج کئے ہیں جو عقیدہ امامت اور ترویج تشیع کے جرم میں دشمنان حق کے ہاتھوں شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے ہیں۔

مگر اس کے باوجود شیعہ امامت کے گرد پروانے جمع ہوتے رہے اور یہ کارواں لوگوں کو ہمراہ لیتا ہوا منزل کی طرف بڑھتا ہی رہا۔ اسے نہ کوئی حکومت روک سکی نہ سلطنتوں کے ظلم و جور کا طوفان خاموش کر سکا، بلکہ مسلسل ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا رہا اور وادی ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں کو روشن کرتا رہا، ہر دور میں ایک سے بڑھ کر دوسری شمع جلتی رہی۔

اسی سلسلہ کی ایک اور عظیم الشان شمع فروزاں آخری دور میں ہندوستان کی وادی تاریکی میں روشن ہوئی تو اس سے صرف برصغیر ہی نہیں بلکہ پورا عالم اسلام منور ہو گیا، وہ شمع معجز نما ہونے

کے ساتھ ساتھ مذہب کی حجت بھی ہے، اور اس

اعجاز آمیز و معرکہ الآراء شیعہ کا نام ”عبقات

الانوار در مناقب ائمہ اطہار“ ہے۔ جسکی نورانی خوشبو سے

دین اسلام اور اس کے مختلف مسائل میں جو منزلت و اہمیت امامت کو حاصل ہے وہ نہایت درجہ بلند اور غیر معمولی ہے۔

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رسالت کے آغاز تبلیغ ہی میں ولایت و جانشینی کے مسئلہ کو پیش کر دیا تھا۔ اور ائمہ معصومین علیہم السلام امامت کے مقام و منزلت کو مسلسل واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام میں اس کے بارے میں بحث و گفتگو کی اہمیت کو بھی یاد دلاتے رہے ہیں، ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے اصحاب، شیعہ فقہاء و متکلمین نے بھی اماموں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر دور اور ہر قرن میں نہایت سنجیدہ اور حساس ہو کر اس منصب الہی کی منزلت کا دفاع کرتے رہے اور اس میدان میں اصحاب ائمہ معصومین علیہم السلام اور ان کے مخالفین میں بے شمار مناظرے وجود میں آئے جس کی وجہ سے بے پناہ کتابیں اس موضوع پر معرض وجود میں آ گئیں،

اس روشن اور واضح حقیقت کے راہ دفاع میں نہ جانے کتنی خونریزی ہوئی اور نہیں معلوم کتنے شیعہ اس عظیم الشان امامت کے سامنے تسلیم ہونے اور اس پر اعتقاد رکھنے کے جرم میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود اس حقیقت پر اعتقاد رکھنے والوں کے ایمان و اخلاص نے انہیں راہ خدا میں اور زیادہ مضبوطی کے ساتھ ثابت قدم بنادیا ہے۔

جس وقت مبلغ و مدافع ولایت جناب ابوذر رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کو شیعہ ہونے کے پاداش میں شام جلاوطن کر دیا جاتا ہے تو وہاں ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرتے ہوئے موقع غنیمت سمجھ کر امامت و ولایت امیر المؤمنین علیہ السلام کی تبلیغ شروع کر دیتے ہیں اور مولا کی خوب منزلتوں کو آشکار فرماتے ہیں۔ اور اس علاقے والوں کو

پوری اسلامی دنیا منور و معطر ہے۔

جس طرح عمقات الانوار محتاج تعارف نہیں ہے، اسی طرح اس کتاب شریف کے مؤلف امام المتکلمین علامہ میر حامد حسین موسوی ہندی نور اللہ مرقدہ بھی محتاج تعارف نہیں ہیں۔

عمقات الانوار کیوں اور کیسے لکھی گئی:

عمقات الانوار، کتاب ”تحفۃ اثنا عشریہ“ عبدالعزیز دہلوی کے مقابلہ میں علمی، مستند، مدلل، منطقی، شکل میں جواب کے طور سے لکھی گئی ہے۔ مولوی عبدالعزیز دہلوی اہل سنت کے برجستہ علماء میں جانے جاتے ہیں، جو انتہائی تعصب رکھنے والوں میں مشہور ہیں ”سراج الہند“ کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔

یہ کتاب دراصل مسلمانوں میں تفرقہ ایجاد کرنے کی غرض سے تالیف کی گئی تھی جس میں شیعہ عقائد و نظریات پر بھرپور طریقہ سے تہمت والزام کا سہارا لے کر ناکام حملہ کیا گیا۔ مؤلف نے اس کی طبع اول میں اپنا مستعار نام غلام حلیم قرار دیا، دوسری طباعت میں اپنا اصلی نام ظاہر کیا۔

صاحب عمقات الانوار لکھتے ہیں:

اس کتاب میں شیعہ عقائد و نظریات کو بطور عموم اور مذہب شیعہ اثنا عشری کو خاص طور سے اصول، فروع، اخلاق، آداب اور ان کے تمام اعمال و اعتقادات کو انتہائی رکیک عبارتوں، آداب مناظرہ سے خالی، نووارد کے مانند جس کی تحریر خطاب سے زیادہ مشابہ ہو، جہاں نہ کوئی منطق، نہ برہان، اس طرح تمام مقدسات کو نشانہ بنایا گیا، اور پوری کتاب افتراء و الزام اور تہمت سے بھری ہوئی ہے۔

مولوی عبدالعزیز دہلوی کے پاس کتاب میں کوئی نئی بات پیش کرنے کے لیے نہیں تھی بلکہ اپنے گزشتہ علماء ابن تیمیہ، روز بہان، جوزی، کابلی جیسے متعصب علماء اہلسنت کی باتوں کو دہرایا ہے اور بس۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کتاب میں کسی طرح کی خلافت

یا کوئی نئی بات نہیں پیش کی بلکہ پورے طور سے یہ ایک دوسری کتاب کا ترجمہ ہے جیسا کہ صاحب ”نجوم السماء“ اور علامہ میر حامد حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہ نے تصریح فرمایا ہے: اصل میں خواجہ نصر اللہ کابلی کی کتاب ”صواعق“ ہے جسے عبدالعزیز نے فارسی زبان میں ترجمہ کر کے اپنے نام سے چھپوا دیا ہے۔

(عمقات الانوار حدیث ثقلین، ط، اصفہان جلد ۶ صفحہ ۹۸۱۱)

خدا جانتا ہے انسان جب تحفۃ اثنا عشریہ کے واہیات، فضول تحریروں کو پڑھنے کے بعد عمقات الانوار پر نگاہ کرتا ہے تو وہ علامہ میر حامد حسین ہندی کے دریائے علم کے بے کراں معلومات کے مقابلے میں ایک قطرہ بھی نہیں معلوم ہوتی۔

کتاب تحفۃ اثنا عشریہ کے تمام مطالب بارہ ابواب میں تدوین کیے گئے ہیں:

- ۱- مذہب تشیع کے وجود میں آنے کی کیفیت اور اس سے مختلف فرقوں کا وجود میں آنا۔
- ۲- شیعوں کا مکر و فریب اور انحراف و گمراہی کے مختلف راستے۔

- ۳- شیعوں کے اسلاف، علماء اور ان کی کتابیں۔
- ۴- شیعہ روایتوں کا حال اور ان کے رواۃ کا تذکرہ۔
- ۵- الہیات کے بارے میں۔
- ۶- نبوت کے سلسلہ میں۔
- ۷- امامت کے بارے میں۔
- ۸- معاد کے سلسلے میں۔
- ۹- فقہی مسائل میں۔

- ۱۰- خلفائے ثلاثہ و عائشہ اور دوسرے اصحاب کے مطاعن میں۔
- ۱۱- مذہب شیعہ کے خصائص میں جسے تین حصوں میں قرار دیا ہے الف: ادہام - ب: تعصبات - ج: بغزشیں اشتباہات۔

۱۲۔ تولا و تبراجودس مقدمات پر مشتمل ہے۔

(عبقات الانوار حدیث ثقلین ط اصفہان صفحہ ۱۲۰۰)

یہ یاد رہے کہ علامہ میرحامد حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب عبقات الانوار کے علاوہ دوسری اور بھی بہت سی کتابیں جواب میں لکھی گئی ہیں، ان میں بعض مکمل تمام بارہ ابواب کے جوابات دیے گئے ہیں، بعض فقط چند باب کے جواب پر مشتمل ہیں اور بعض ایک ہی باب کے جواب میں تالیف ہوئی ہیں، جو تمام ابواب پر مشتمل جواب میں تحریر ہوئی ہیں:

۱۔ مرزا محمد اخباری ابن عبدالنبی (مقتول ۱۲۳۲ ق) بنام سیف اللہ المسلول علی مخزبی دین الرسول

۲۔ مرزا محمد بن احمد خان طبیب کشمیری دہلوی (مقتول ۱۲۳۵ ق)۔ بنام النزهة الاثنا عشرية اس کے علاوہ

۳۔ سید مفتی محمد عباس شوستری ۱۳۰۶ ق۔ نے ”جواہر عبقریہ در رد تحفہ اثنا عشریہ“ تالیف فرمائی۔

۴۔ علامہ سید جعفر معروف بہ ابوعلی خان موسوی نے دو کتابیں تحفہ کی تردید میں تحریر کی ہیں:

الف۔ برہان الصادقین، ساتویں باب کی تردید میں۔

ب۔ تفسیر الضمیں۔ دسویں باب کی تردید میں۔

۵۔ صاحب عبقات کے والد ماجد سید محمد قلی نیشاپوری ہندی

قدس اللہ سرہ تحفہ کے ساتویں باب کی تردید میں ”برہان

السعادات“ اور باب اول کی رد میں ”سیف ناصری“ اور

باب دوم کی رد میں ”تقلیب المکائد“ اور تحفہ کے باب دہم

کی رد میں ”تشہید المطاعن“ اور گیارہویں باب کے ابطال

میں ”مصارع الافہام لقلع الاوہام“ جیسی

معرکۃ الآراء کتاب تالیف فرمائی ہے۔

۶۔ سید دلدار علی ابن سید محمد معین نقوی لکھنوی قدس اللہ سرہ

۱۲۳۵ ق۔ نے فارسی میں تحفہ کے آٹھویں باب کی رد

میں احیاء السنۃ و امامۃ البدعۃ اور چھٹے باب

کی تردید میں حسام الاسلام و سهام

الملامہ اور پانچویں باب کے ابطال میں

والصوارم الالہیۃ اور تحفہ اثنا عشریہ کے بارہویں

باب کی رد میں ذوالفقار تحریر فرمائی ہے۔

علامہ میرحامد حسین رضوان اللہ علیہ:

امام المتکلمین، عالم وفقیہ زبردست، علامہ میرحامد حسین

رضوان اللہ تعالیٰ علیہ تیرہویں صدی ہجری میں علم و عمل اور فقہ و کلام

کی بلند ترین منزل پر فائز تھے، ان کا خاندان شاہ سلطان حسین

صفوی کے دور میں سید محمد نامی جو علمائے نیشاپور سے تھے،

ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں مقیم ہوئے۔ آہستہ آہستہ

خاندان کے افراد نے حکومت میں نفوذ پیدا کیا اور اس طرح

خاندان کا ایک فرد سید محمد بنام برہان الملک صوبہ اودھ کے حاکم

مقرر ہوئے تو بہت سے افراد نیشاپور خراسان و مشہد سے

ہندوستان آکر شہر لکھنؤ میں آباد ہوئے۔

اور اس طرح مرحوم علامہ میرحامد حسین ہندی صاحب

عبقات اس شیعہ حاکم کے خاندان کے سایہ عطوفت و سرپرستی

میں اپنی فعالیت انجام دے رہے تھے۔

(سید محمد رضا حکیمی میرحامد حسین صفحہ ۱۰۵)

علامہ میرحامد حسین ہندی ۵ محرم ۱۲۳۶ میں پیدا ہوئے۔

نام سید مہدی کنیت ابو ظفر تھے۔ سید حامد حسین کے نام سے شہرت

ہوئی، آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے علوم و اسلامی معارف

حاصل کیا اور ۱۵ سال کی عمر میں سایہ پدری سے محروم ہو گئے۔ پھر

آپ نے ادبیات اور نبج البلاغہ مفتی سید محمد عباس قدس سرہ سے اور

مقامات حریری مولوی سید برکت علی صاحب سے حاصل کیا اور

دائرے سے باہر نہیں جاتے تھے۔ صاحب تحفہ کا خیال تھا کہ امامت ائمہ علیہم السلام کے ثبوت محض چھ آیتوں اور بارہ حدیثوں میں منحصر ہے۔ علامہ میرحامد حسین کہتے ہیں:

سب سے پہلی بحث یہی ہے کہ دہلوی نے خلافت امیرالمومنین علیہ السلام اور ولایت مطلقہ پر دلالت کرنے والی احادیث نبویہ کو بارہ حدیثوں میں منحصر کر دیا ہے، یہ کھلی ہوئی حقیقت کا انکار ہے اور ہمیں نہیں معلوم کہ آیا یہ حصر عقلی ہے؟ یا استقرائی ہے؟ اگر حصر عقلی ہے تو امامت و ولایت جیسے مسئلے میں اور اس طرح کی بحثوں میں عقل کا کوئی دخل نہیں ہے (کہ بات اثبات امامت حدیثوں کی روشنی میں ہے) اور اگر حصر استقرائی یعنی تلاش و جستجو کے بعد کہا ہے تو حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ اس سلسلے میں جو نصوص وارد ہوئی ہیں وہ بارہ عدد سے کہیں زیادہ اور اس کے چند برابر پائی جاتی ہیں، جیسا کہ یہ بات کسی منتجع کتب اور منصف سے پوشیدہ نہیں ہے۔

(خلاصہ عبقات الانوار جلد ۶ ص ۵۱)

عبدالعزیز دہلوی نے جن آیات و روایات کو تحفے میں دلالت و سند کو ضعیف قرار دیا تھا صاحب عبقات نے اپنی ساری توجہ انہیں آیات و روایات کی طرف مبذول رکھی۔ اسی لیے اپنی کتاب عبقات الانوار کو دو منہج میں ترتیب و تالیف کیا ہے۔

منہج اول۔

صاحب عبقات نے اس حصے میں قرآن کریم کی ان چند آیتوں کی بحث و گفتگو کو پیش کیا ہے جو صاحب تحفہ کی طرف سے امامت و ولایت پر دلالت کو ضعیف قرار دی گئی تھیں:

جیسے: انما ولیکم اللہ۔۔۔ الخ

الیوم اکملت لکم دینکم۔۔۔ الخ

مگر افسوس آیات والی جلدیں ابھی تک طبع نہیں ہو سکیں۔

حکمت و فلسفہ سید مرتضیٰ ابن سلطان علماء اور سید محمد ابن دلدار علی قدس اللہ سرہما سے سیکھا۔

علامہ میرحامد حسین مرحوم علمائے گزشتہ کے آثار اور اخبار و روایات پر بڑا تسلط رکھتے تھے اور جدوجہد و تتبع کتب میں بڑی مہارت اور خاص شہرت حاصل تھی۔ معقولات اور منقولات حاصل کرنے کے بعد اپنی ساری عمر دینی اعتقادات کے تحفظ خاص طور سے امامت و ولایت اہل بیت اطہار علیہم السلام کے دفاع میں بسر کر دی، اور اس میدان میں کئی نامور کتابیں تالیف و تصنیف فرمائی ہیں، علامہ میرحامد حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہ ۱۸ صفر ۱۳۰۸ھ قمری میں دعوت حق کو لبیک کہہ کر عالم اسلام و تشیع، خاص طور سے ہندوستان کے مومنین کو ہمیشہ کے لئے اپنے بابرکت وجود سے محروم کر دیا، آپ کو امام باڑہ غفران مآب لکھنؤ میں ہزاروں سوگواروں کے سایہ میں سپرد لحد کر دیا گیا۔

عبقات الانوار در مناقب ائمہ اطہار:

تحفہ اثنا عشریہ کے جواب میں لکھی جانے والی کتابوں کے مقابلے میں عبقات الانوار کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ جب بھی کوئی شیعہ عالم تحفہ کا جواب لکھتا تو مولوی عبدالعزیز دہلی کے شاگرد اور اس کے ہم فکر اس کا جواب فراہم کرتے اور مقابلہ آرائی کیلئے میدان میں آجاتے، مگر جب عبقات الانوار اپنے علمی، منطقی، محکم دلائل کے ساتھ منظر عام پر آئی تو اس کے جواب لکھنے کی کسی میں جرأت نہ ہوئی اور اب تک نہیں سنا گیا کہ اس کی رد میں کوئی کتاب لکھی گئی ہے۔

(علامہ سید علی حسینی میلانی خلاصہ عبقات جلد ۱ صفحہ ۱۲۸)

علامہ میرحامد حسین مستند اور مدلل مطالب نقل کرنے کے علاوہ اسلامی آداب کی پوری طرح سے رعایت فرماتے تھے، وہ دلیل و برہان اور منطق کے ساتھ حلم و صبر اور عدل و انصاف کے

جلدیں جو علامہ میر حامد حسین رضوان اللہ علیہ کے بدست لکھی گئیں ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

جلداول۔ بحث حدیث غدیر:

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ اَلَسْتُ اَوَّلِيْ بِكُمْ
مِنْ اَنْفُسِكُمْ قَالُوا: بَلٰى قَالَ: مَنْ
كُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیْ مَوْلَاہُ اَللّٰهُمَّ وَ اَلِ
مَنْ وَاٰلَاہُ وَ عَادِیْ مَنْ عَادَاہُ

مرحوم علامہ نے اس کی سند اور دلالت پر سیر حاصل بحث کی ہے جس کے بعد کسی میں یا رائے انتقاد نہیں رہ جاتا۔ اس لئے کہ صاحب عبقات نے واقعہ غدیر کی بڑی عمیق و دقیق بحث کی ہے جہاں سند و متن دونوں لحاظ سے تخریج و تثبیت کی ہے۔ غدیر کی یہ جلد خود بڑی تفصیل کے ساتھ دو فصولوں میں تدوین ہوئی ہے:

الف: پہلی فصل میں حدیث غدیر کو سو سے زیادہ اصحاب پیغمبر، تابعین، تبع تابعین، اور محدثین سے تاریخ وار ابتدا سے اپنے عہد تک درج کر دیا ہے۔ اور یہ سارے علماء و محدثین اور رواۃ اہل سنت مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان منابع اور معتبر متون کو جو خود علمائے اہلسنت کے نزدیک توثیق شدہ ہیں، ان کی بنیاد پر رجال و رواۃ کے حالات کو مرتب کیا ہے جسے دیکھ کر واقعی عقل حیران رہ جاتی ہے۔

ب: دوسری فصل میں حدیث غدیر کے متن کو تفصیلی طور سے امامت و خلافت امیر المومنین علیہ السلام پر دلالت کے تمام پہلوؤں، اس کے قرائن و شواہد کے ساتھ بحث پیش کی ہے۔ اور سیر حاصل بحث و گفتگو کے بعد وہ تمام اعتراضات و شبہات یا خواہ مخواہ کی تاویلیں جنہیں منکر حدیث غدیر پیش کرتے ہیں، یا کسی احتمالی شبہ سے عوام کے ذہنوں کو آشفته کر سکتے ہیں ہر ایک کو درج

لیکن کتابخانہ ناصر یہ شہر لکھنؤ اور مولوی سید رجبعلی خان سبحان الزمان جکراوان میں موجود ہیں۔

(شیخ آقا بزرگ تہرانی الذریعہ جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۲)

(خداوند عالم خانوادہ عبقات اور قوم کے دلسوز و ہمدردو متدین افراد کو توفیق عنایت فرمائے تاکہ عبقات کی مکمل جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر جلد منظر عام پر آسکیں۔ یہ مذہب کی بڑی خدمت اور صاحب عبقات کی زحمات و مشقتوں کا بہترین خراج تحسین بھی ہوگا)

علامہ سید علی حسینی میلانی مدظلہ نے اپنی کتاب خلاصہ عبقات جس کا نام نجات الازہار رکھا ہے اس کے نئے ایڈیشن کی بیسویں جلد میں علامہ میر حامد حسین کی روش تحقیق کے مطابق قرآن کریم کی ان چھ آیتوں کی دلالت پر بحث کی ہے جو یقیناً ایک عظیم کارنامہ ہے:

- ۱۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ... الخ
- ۲۔ انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس... الخ
- ۳۔ قل لا اسئلكم علیہ اجرا الا المودة... الخ
- ۴۔ فمن حاجك فیہ من بعد ما جاءك من العلم... الخ
- ۵۔ انت منذر... الخ
- ۶۔ السابقون... الخ

منہج دوم:

علامہ میر حامد حسین رضوان اللہ علیہ نے اس مقام پر ان بارہ احادیث کی سند و دلالت پر بحث پیش کی ہے جن کے بارے میں مولوی عبدالعزیز دہلوی نے اعتراضات و شبہات وارد کئے ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث کی بحث کو صاحب عبقات کے فرزندوں نے مکمل کر کے شایع کیں ہیں۔ عبقات الانوار کی وہ

جلد چہارم:- حدیث تشبیہ:

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى آدَمَ فِي عِلْمِهِ...

صاحب عبقات نے اس حدیث نبوی کے تمام جوانب سے اپنی بحث و تحقیق کو سند و دلالت دونوں لحاظ سے درج کی ہے کہ کسی کے لیے مجال مناقشہ باقی نہیں رکھا ہے۔

جلد پنجم:- حدیث نور:

أَنَا وَعَلِيُّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ نُورًا بَيِّنٌ
يَدَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ
بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ عَامٍ..

سند و دلالت دونوں اعتبار سے بھرپور بحث ہوئی ہے اور اس سے امامت امیر المومنین علیہ السلام ثابت فرمایا ہے۔ اس کے بعد علامہ میر حامد حسین قدس سرہ کو اجل نے مہلت نہ دی کہ بقیہ احادیث کو اسی روش کے مطابق مکمل فرماتے ان کے بعد ان کے فرزند ارجمند علامہ سید ناصر حسین ناصر المملکت قدس سرہ جو یقیناً والد ماجد کی طرح آسمان فضیلت کے درخشاں ستارے تھے، انہوں نے دوسری چار حدیثوں کو اسی اسلوب اور روش کے مطابق تمام کیا۔

جلد ششم:- حدیث طیر:

اللَّهُمَّ إِنِّي بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ
وَأَلَى يَأْكُلُ مَعِيَ فُجَاءَ عَلِيٍّ

صاحب کتاب نے سو طریقہ سے مدلل اور مستند طور سے مکمل بحث کا حق ادا کیا ہے اور اس طرح امامت کو ثابِت کیا کہ اس سے سارے اعتراضات کے دروازے بند کر دئے۔ جس مقام پر صاحب تحفہ نے یہ اعتراض کیا کہ (احب) "محبوب" سے مراد

کر کے ان کا دندان شکن جواب دیا ہے اور باطل ہونے کو آشکار کر دیا ہے۔

عبقات الانوار کے اس حصے کے تعارف کے لئے خود مستقل ایک کتاب یا رسالہ درکار ہے۔ عبقات الانوار کوئی معمولی کتاب نہیں ہے یہ حدیث شریف غدیر کا پہلا دائرۃ المعارف ہے۔

جلد دوم: حدیث منزلت:

یہ جلد بھی اسی روش اور ترتیب سے تالیف کی گئی ہے۔ حضرت ختمی مرتبت ﷺ نے امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا:

أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ
هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

حدیث منزلت بھی بعض علمائے اہل سنت کے مطابق یہ صحیح ترین حدیثوں میں قرار دی گئی ہے جو مسلمان محدثین کے درمیان ہمیشہ نسل بہ نسل متداول و متواتر نقل ہوتی رہی ہے حتیٰ کہ حدواتر سے بھی تجاوز کر گئی ہے۔ شاید اسی لیے پانچویں صدی ہجری کا محدث حافظ ابو حازم عبدوی نے لکھا ہے:

میں نے اس حدیث کو ۵۰۰۰ طرق سے تخریج یعنی نقل کیا ہے۔

(تراثنا سال ۲-ش-۱ صفحہ ۵۷)

جلد سوم: حدیث ولایت:

إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ
مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي

حدیث ولایت بھی گزشتہ دو جلدوں کی روش کے مطابق مرتب کی گئی ہے جسے دیکھ کر انسان حیرت میں پڑ جاتا ہے۔

(احب فی الاکل) ”کھانے میں محبوب مراد“ ہے نہ مخلوقات میں تو اسے علامہ نے ستر طریقوں سے باطل کیا ہے۔

جلد ہفتم: حدیث باب:

اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَيَّ بَابُهَا.. الخ

یہ بھی سند و دلالت دونوں اعتبار سے انتہائی دقیق اور وسیع پیمانے پر تدوین کی ہے۔ ان بحثوں کے تعارف کے لیے مضمون طویل ہو جائے گا صرف اس کے ایک مقام کے فصل کی سرخی ملاحظہ فرمائیں بحث کی وسعت و گیرائی کا اندازہ ہو جائے گا:

”امیر المومنین سے امام رضا علیہما السلام تک ۲۴۵ طرق سے حدیث مدینہ کا اثبات اور اس پر وارد کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات“

جلد ہشتم: حدیث ثقلین:

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمَا بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ كِتَابُ اللَّهِ وَعِزَّتِي۔

یہ حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحت و اعتبار کے معیار سے بہت بڑھ کر مسلمانوں میں جانی جاتی ہے۔ اور صاحب عبققات نے تصریح کی ہے کہ حدیث ثقلین کو اہل سنت کے ۱۸۷ علماء نے لکھا ہے۔ حدیث کے قطعی الصدور اور متواتر ہونے کی بحث میں صاحب کتاب نے پورا حق ادا کر دیا ہے۔ نور الانوار کے نام سے عزیز دوست مولانا شجاعت حسین صاحب قبلہ کے ترجمہ کے ساتھ اردو میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

جلد نہم: حدیث سفینہ:

أَلَا إِنَّ مَثَلَ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ كَمَثَلِ

سَفِينَةٍ تَوَجَّ مَنْ رَكِبَهَا نَجَّى وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ

اس حدیث کو بھی سند و دلالت دونوں لحاظ سے نقل کیا ہے جو کئی بار ہندوستان و ایران میں طبع ہو چکی ہے۔

شاید خدائے تعالیٰ کو اس عظیم خاندان کے ہر بزرگ سے دفاع امامت اور عبققات الانوار کی خدمت کا شرف عطا کرنا چاہتا تھا کہ پیغام اجل نے مرحوم ناصر الملت قدس سرہ کو بھی مہلت نہ دی تو ان کے بعد ان کے باصلاحیت فرزند سید محمد سعید، سعید الملت قدس سرہ نے دوسری دو حدیثوں کو تکمیل فرمایا:

جلد دہم:۔ حدیث مناصبہ:

مَنْ نَاصَبَ عَلِيًّا الْخِلَافَةَ فَهُوَ كَافِرٌ

فارسی زبان میں سند و دلالت دونوں لحاظ سے گفتگو کی گئی ہے۔ مگر جیسا کہ معلوم ہے ابھی تک غیر مطبوع ہے۔ اور اس کے علمی و منطقی بحث و گفتگو سے عاشقان ولایت محروم ہیں۔ خداوند سے دعا ہے جلد از جلد اس کی طباعت کے وسائل فراہم فرمائے تاکہ عاشقان و مدافعان امامت اس سے مستفید ہو سکیں۔

جلد یازدہم:۔ حدیث خیبر:۔

لَا عَظِيمَيْنِ الرَّأْيَةِ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ

یہ جلد بھی غیر مطبوعہ ہے۔ کہتے ہیں یہ صرف قسم اول ہی کے لحاظ سے مرتب ہو پائی ہے۔

آخر کی چھ حدیثیں مرحوم علامہ سید حامد حسین موسوی رہ کے نام نامی سے منسوب کیا ہے تاکہ اس عظیم الشان شخصیت کو

خراج تحسین پیش کر سکیں۔

مرحوم مرزا ابوالفضل کلانتری تہرانی لکھتے ہیں:

سید جلیل، محدث، عالم، عامل..... میرے خیال میں جب سے علم کلام کی بنیاد رکھی گئی ہے کوئی ایسی کتاب جو مخالف کتابوں کی تمام روایتوں پر نظر اور باب فضائل میں کثرت سے اطلاع رکھتا ہو علامہ میر حامد حسین ہندی کے علاوہ مذہب شیعہ میں اب تک کسی نے ایسی کتاب تصنیف نہیں کی ہے۔

(کتاب شفاء الصدور ذیل جملہ: السلام علیک یا بن فاطمۃ الزہراء، ص ۱۰۰) اس کے علاوہ علماء و مراجع عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے بہت سے خطوط اس کتاب کی تعریف و تجئید میں موجود ہیں یہاں ان سے صرف نظر کرتے ہیں۔

روش تحقیق:

صاحب عبقات، عبقات کی تدوین و ترتیب میں پہلے صاحب تحفہ کے مطلب کو اس کے دقیق و کامل مستندات کے ساتھ درج کرتے ہیں۔ پھر اس کا جواب تحریر فرماتے ہیں اور اپنے جواب میں پہلے مورد نظر حدیث کی سند کا تجزیہ کرتے ہیں پھر اہل سنت ہی کی معتبر کتابوں اور ان کے طرق کے موثق مدارک سے اس کے قطعی الصدور اور متواتر ہونے کو ثابت کرتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں اس حدیث شریف کے تمام راویوں کے اسماء کو ان کے تاریخ وفات کے ساتھ دوسری صدی ہجری سے تیرہویں صدی ہجری تک سلسلہ وار نقل فرماتے ہیں۔ پھر اس راوی کی مورد نظر روایت کو ذکر کرتے ہوئے راوی کا تعارف کہ اصحاب میں ہے، یا تابعی، عالم ہے یا مولف۔ پھر اس راوی کے حال کو انہی کے کتب تراجم و رجال کو بنیاد بنا کر پیش کرتے ہیں۔ پھر حدیث کے متن اور شیعہ عقیدے کے مطابق امامت امیر المومنین علیہ السلام پر دلالت کی کیفیت کے بارے میں عمدہ بحث پیش کر کے آخر میں ایک ایک اعتراضات و شبہات کے مدلل اور مستند اور محکم جواب

اب تک جو حدیثیں جلدوں کی شکل میں چھپی ہیں وہ نو حدیثیں ہیں۔ اور دو حدیثیں: ”حدیث مناصبہ“ اور حدیث ”خیر“ (قسم اول) تحریر ہوئی ہیں لیکن غیر مطبوع ہیں۔

(عمبقات الانوار غلامرضا مولانا بروجرودی در مقدمہ ج ۱) اور دو حدیثیں، حدیث ”حق“ (رَحِمَ اللہُ عَلَیْہَا اللہُمَّ اَذْرِ الْحَقَّ مَعَ حَیْثُ دَارَ) اور حدیث ”خیر“ (کی قسم دوم۔ دلالت) مجموعی بارہ حدیثوں میں سے تالیف نہیں ہو سکی ہیں۔

(علامہ سید علی حسینی میلانی خلاصہ عبقات جلد ۱ صفحہ ۱۲۴) بارگاہ رب العزت میں دعا ہے اس عظیم کارنامہ کی تکمیل اور مکمل کتب کی طباعت کے لیے فرزندان صاحب عبقات کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور اپنے اسلاف کی روش و اسلوب تحریر کو جاری و ساری رکھیں (آمین)

علماء کے تاثرات:

عبقات الانوار عالم اسلام خصوصاً عالم تشیع کے لیے ایک شاہکار ہے، تو علمائے ہند کی علمی اور منطقی صلاحیتوں کا ابتکار بھی ہے۔ اگر برصغیر سے باہر کی دنیا اس پر فخر کرتی ہے تو ہم ہندوستانی بھی اس پر ناز کرتے ہیں کہ وہ دشمنان اہلبیت کے باطل خیالات کے لئے شمشیر براں ہے تو اس کے عالمانہ و مستند و مدلل مطالب، اعجاز آمیز اور حجت مذہب بھی ہے۔

علامہ امینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

جس نے بھی اس کتاب کو دیکھا تو روشن و واضح معجزہ پایا۔ کوئی باطل اس کی طرف آنہیں سکتا۔ میں نے اس کے نہایت بلند اور علمی مطالب سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے اسی لئے مسلسل اس کا شکریہ ادا کرتا رہا ہوں۔

(الغدیہ جلد ۱ ص ۱۵۶)

درج کرتے ہیں۔

علامہ میرحامد حسین قدس سرہ مطالب یا احادیث کے نقل کرنے میں انتہائی دقت نظر سے کام لیتے ہیں۔ مصادر و مدارک حتیٰ باب، فصل صفحہ بھی مکمل طور سے نقل فرماتے ہیں۔ یہی صاحب عمقات کی روش رہی ہے اور ان کے بعد بقیہ کتابوں کو مکمل کرنے والوں (اختلاف) کی بھی یہی روش رہی ہے۔

علامہ میرحامد حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی روش تحقیق حقیقت میں مختلف علوم جیسے علم تفسیر، کلام، حدیث، درایت، تاریخ، ادبیات..... کی بحث کے ہمراہ ہوتی ہے اس بنا پر عمقات الانوار کی بحثیں انتہائی کامل، جامع اور ہر مفسر، متکلم و محدث اور ادیب کے لئے قابل استفادہ ہیں۔

شیخ آقا بزرگ تهرانی میرحامد حسین قدس سرہ کے اخلاقی و روحانی نکتہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

حیرت کی بات یہ ہے کہ اس عظیم الشان کارنامہ اور نفیس کتابوں کے دائرۃ المعارف کی تالیف میں صرف اسلامی سرزمین یا مسلمانوں کے بدست تیار ہونے والی روشنائی اور کاغذ ہی سے استفادہ کیا ہے یہ ان کے عظیم تقویٰ و پرہیزگاری کا بین ثبوت ہے۔ (محمد رضا جیکی میرحامد حسین دفتر نشر فرهنگ اسلامی ۱۳۵۹)

صاحب عمقات نے اس دائرۃ المعارف کی تدوین میں بڑی بڑی زحمات برداشت کی ہیں۔ کیوں کہ اس دور میں آج کے کتابخانوں جیسے کتابخانے نہیں تھے اس دور میں زیادہ تر اہم کتابیں خطی یا نایاب ہوتی تھیں اور منابع و متون کے تدارک کے لیے سفر و حضر میں ہی مطالعہ و استنساخ منابع میں عمر صرف ہو جاتی تھی مگر اس کے لئے مرحوم علامہ نے اپنے کو تیار کیا ایک ملک سے دوسرے ملک، عراق سے عربستان مکہ معظمہ میں کتاب خانہ حرمین شریفین کی کتابوں کی خاک چھانٹتے ہوئے اپنے لیے نایاب گوہر تلاش کر کے یکجا کرتے رہے، یہاں تک کہ جب سنتے ہیں کہ ان

کے مقصد کا اہم ترین گوہر اور نایاب نسخہ مکہ کے دیہاتوں میں کسی دیہات کے کتاب خانے میں ہے جس کا مالک کسی بھی شکل میں اسے دکھانے تک کے لیے راضی نہیں ہے تو آپ آرام سے نہیں بیٹھتے آخر کار اسے حاصل کرنے کے لئے سفر کی صعوبتوں کو تحمل کرتے ہوئے اور شکستہ نفسی کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے راتوں کو جاگ کر نسخہ برداری کرنے کے علاوہ چند دن اپنی عزت اور شان و حیثیت کی پرواہ کیے، بغیر دشمن اور متعصب ترین مخالف کے کتاب خانے میں نوکری کرنے کے لیے جان خطرے میں ڈال کر اپنے گوہر مقصود کو حاصل کر لیتے ہیں۔

اس طرح کے واقعات بے شمار ہیں جن کو یہاں نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے ورنہ کون نہیں جانتا جب صاحب عمقات لکھتے لکھتے تھک جاتے تو دوسرے ہاتھ سے لکھتے اس طرح دونوں ہاتھوں سے تحریر فرماتے تھے یہاں تک کہ ایک ہاتھ لکھنے سے جواب دے دیا آخر کار بیٹھ کر بھی لکھنا مطالعہ کرنا مشکل ہو گیا تو لیٹ کر مطالعہ فرماتے اور اپنا کام جاری رکھا کیوں کہ اس عاشق ولایت امیر المؤمنین علیہ السلام کے دل میں صرف ایک ہی آرزو تھی کہ دشمن اہل بیت کی زبان پر محکم و مستند اور علمی طریقہ استدلال سے ہمیشہ کیلئے مہر ثبت کر دی جائے کہ پھر کبھی کوئی مخالف، امامت اہل بیت علیہم السلام اور دلائل میں شبہ نہ کر سکے۔ اور شاید یہ تمنا پوری بھی ہو گئی کیونکہ عمقات الانوار کے مطالب کے بارے میں پھر کسی نے لب کشائی کی جرأت نہیں کی۔

خداوند عالم اس مدافع ولایت، امام متکلمین کو انکے جد امیر المؤمنین علیہ السلام کے ساتھ محشور فرما اور ہم سب کو اس امامت و ولایت کی ترویج و تبلیغ کی توفیق عنایت فرما۔ تاکہ وارث تاجدار غدیر امام عصر کے ظہور کا میدان فراہم ہو اور ہم سب کو ان کے اعوان و انصار میں شمار فرما۔ آمین

خیر البریہ قرآن اور احادیث کی روشنی میں

ثُمَّ قَالَ: إِنَّهُ أَوْلَكُمْ إِيمَانًا مَعِيَ وَ
أَوْفَاكُمْ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَقْوَمَكُمْ بِأَمْرِ اللَّهِ
وَأَعْدَلَكُمْ فِي الرَّعِيَّةِ أَقْسَمَكُمْ
بِالسَّوِيَّةِ وَأَعْظَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ مَزِيَّةً:
قَالَ وَنَزَلَتْ: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ.
قَالَ كَانَ أَصْحَابُ - مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وآله و سلم إِذَا أَقْبَلَ عَلَى عَلَيْهِ
السَّلام قَالُوا: جَاءَ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ.

جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول کے محضر
میں تھے کہ اچانک حضرت علی ابن ابی طالب علیہ
السلام تشریف لائے تو رسول خدا نے فرمایا میرا بھائی
تمہارے درمیان آیا اور پھر اپنا رخ کعبہ کی طرف کیا
اور اپنے ہاتھوں کو کعبہ پر رکھ کر فرمایا اس اللہ کی قسم جس
کے قبضے میں میری جان ہے یقیناً صرف یہ شخص اور اس
کے شیعہ کامیاب ہیں اور قیامت میں نجات پانے
والے ہیں اور پھر آپ نے فرمایا: صرف یہ میرے
ساتھ سب سے پہلے ایمان کو ظاہر کرنے والے ہیں۔
اور سب سے زیادہ اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرنے
والے ہیں اور تم میں سب سے زیادہ ثابت قدم ہیں۔
اور امت میں سب سے زیادہ برحق فیصلہ کرنے والے
اور تمہارے درمیان سب سے زیادہ عادلانہ تقسیم
کرنے والے اور اللہ کے نزدیک مقام و مرتبے کے

صدر اسلام سے لے کر اب تک قرآن کے اس نقطہ نظر
کے بارے میں مختلف نظریات اور مختلف معانی اور مصداق بتائے
جاتے ہیں اور مفسرین کے درمیان بھی اختلاف نظر پایا جاتا ہے
لیکن ہمیشہ سے شیعان اہل بیت علیہم السلام کے پیروکاروں کے
لئے اہل بیت اور قرآن ہمیشہ مشعل راہ رہے ہیں۔ اس لئے ہم اس
آیت کے مصداق کو قرآن اور احادیث کی روشنی میں تلاش کرتے
ہیں اور جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس آیت کا اول اور آخر
مصداق کون ہے؟

شان نزول:

یہ آیت کریمہ علی علیہ السلام کے دور کے شیعوں کے
بارے میں نازل ہوئی ہے وہ احادیث جو اس آیت کے شان
نزول کو مولائے محققین اور آپ کے شیعوں کے لئے بتاتی ہیں ان
کی تعداد بہت زیادہ ہے اور شیعہ اور سنی علماء نے اپنی اپنی کتابوں
میں تحریر کیا ہے۔ غایۃ المرام میں سنیوں کے طرف سے احادیث
اور شیعہ طریقے سے احادیث الگ الگ مضامین کے ساتھ اس
آیت کے شان نزول میں متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ شیخ
طوسی نے اپنی کتاب امالی اور صاحب کتاب الاربعین اپنی اسناد
سے جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ ابْنُ أَبِي
طَالِبٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ، قَدْ أَتَاكُمْ أَخِي.
ثُمَّ التَفَتَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَضَرَّ بِهَا بَيْدَهُ
فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أَنَّ هَذَا وَ
شِيعَتَهُ هُمُ الْفَائِزُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

لحاظ سے سب سے زیادہ بلند۔ جابر کہتے ہیں پھر یہ آیت پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہوئی۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیتے ہیں یہی لوگ بہترین مخلوق ہیں، جابر کہتے ہیں۔ پس جب بھی علی علیہ السلام وارد ہوتے تھے تو اصحاب رسول کہتے تھے جاء خیر البریہ اس دنیا کا سب سے بہترین شخص وارد ہوا۔

اس طرح محمد ابن عباس کے طریقے سے جعفر ابن محمد حسینی مرحوم سید بحرانی حدیث کی سند کو ابو رافع سے ذکر کرتے ہیں حضرت علی علیہ السلام نے بعینہ یہی حدیث عمر نے جوشوری تشکیل دیا تھا اس کے سامنے احتجاج کرتے ہوئے پیش کیا اور فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں اس دن کو جانتے ہو جب تم رسول اللہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور میں تمہاری طرف آیا تو رسول اللہ نے فرمایا یہ میرا بھائی اور آپ نے اپنا ہاتھ کعبہ پر رکھا اور فرمایا: اللہ کی قسم اور اس تعمیر شدہ گھر کی صرف اور صرف یہ اور اس کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہیں اور پھر آپ نے اپنا چہرہ تمہاری طرف کیا اور فرمایا: جان لو کہ یہ شخص میرے ساتھ پہلا مومن ہے۔ اور تم میں سے اللہ کے معاملے میں سب سے سچا ہے اور سب سے زیادہ اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرنے والا ہے۔

اور پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ نے تکبیر بلند کی اور تم لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ اے شوری کے لوگوں کیا تم جانتے ہو کہ حقیقت یہی تھی اس وقت تمام لوگوں نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں؟

اہل سنت کی بہت سی حدیثیں اس آیت کی تفسیر میں کہ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ امیر المومنین اور ان کے شیعہ ہیں، دلالت کرتی ہیں۔ اس حدیث کو امام خوارزمی نے بعینہ (موقف ابن احمد نے

اپنی مناقب میں نویں فصل ص ۶۲ اور حموی نے فرائد السمطين میں پیش کیا ہے۔ سید بحرانی شیعوں کے طریقے سے اعمش سے اور اعمش نے عطیہ سے اور عطیہ نے ابن خدری سے اور اسی طرح صاحب کتاب اربعین نے اپنی کتاب کی چالیسویں جلد میں ۲۸ حدیث کو اس کتاب میں اور خطیب خوارزمی نے اپنی سند جابر ابن عبد اللہ انصاری سے نقل کرتے ہیں۔

سیوطی اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں چار حدیثیں علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے شیعوں کے تعلق سے نقل کرتے ہیں اور اس سے پہلے کہتے ہیں۔

وَأَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَكْرَمَ الْخَلْقِ عَلَى اللَّهِ قَالَ يَا عَائِشَةُ أَمَّا تَقْرَيْنِ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔

ابن مردویہ عائشہ سے متصل سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عائشہ کہتی ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا میں نے عرض کیا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور نیک اعمال انجام دیتے ہیں یہی لوگ کائنات کے سب سے بہتر افراد ہیں!

پہلی حدیث:

أَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ۔ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ هَذَا وَشِيعَتَهُ هُمُ الْفَائِزُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَنَزَلَتْ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمُ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔ فَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ إِذَا أَقْبَلَ عَلَى قَالُوا: جَاءَ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔

ابن عساکر نے جو حدیث ذکر کی ہے یہ وہی حدیث ہے جو اس سے پہلے امالی، اربعین، مناقب خوارزمی اور فرائد السمطین اور امیر المومنین علیہ السلام نے شوری کے سامنے احتجاج کرتے ہوئے پیش کی ہے۔ ابن عساکر کا سنیوں کے بڑے علماء میں شمار ہوتا ہے۔

دوسری حدیث

وَ أَخْرَجَ ابْنُ عَدِيٍّ وَ ابْنُ عَسَاكَرٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَرْفُوعاً: عَلِيُّ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔

ابن عدی اور ابن عساکر ابی سعید خدری سے حدیث مرفوع سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا علی کائنات کی سب سے بہتر فرد ہیں۔

تیسری حدیث

وَ أَخْرَجَ ابْنُ عَدِيٍّ وَ ابْنُ عَسَاكَرٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَرْفُوعاً: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمُ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ لَعَلَّ: هُوَ أَنْتَ وَ شِيعَتُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَاضِينَ مَرْضِيَيْنَ۔

ابن عدی اپنی سند سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابن عباس نے رسول اللہ سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا تم اور تمہارے شیعہ قیامت کے دن اس حالت میں کہ تم لوگ ”اللہ“ سے راضی ہو اور اللہ تم لوگوں سے راضی ہے، وارد ہو گئے۔

چوتھی حدیث

وَ أَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوِيَّةٍ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (ص)، أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ اللَّهِ: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمُ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ؟ أَنْتَ وَ شِيعَتُكَ وَ مَوْعِدِي وَ مَوْعِدُكُمْ الْحَوْضُ إِذَا جِئْتَ الْأُمَمَ لِلْحِسَابِ تَدْعُونَ غُرَّ الْمُحْجَلِينَ۔

امیر المومنین علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا: کیا آپ نے اس آیت کو نہیں سنا ہے؟ خیر البریہ اس آیت میں تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ میرا اور تمہارا وعدہ حوض کوثر کا کنارہ ہوگا جب میں امتوں کا حساب لینے آؤں گا اور آپ اس وقت سفید چہرے والے اور پاکیزہ افراد کے نام سے بلائے جاؤ گے۔

خوارزمی نے مناقب کی سترہویں فصل میں اسے کوامیر المؤمنین علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔

لیکن اس حدیث کے ذیل میں جاءت الامم للحساب ذکر کیا ہے۔

اسی طرح کچھ روایات میں، شیعہ اور سنی کتابوں میں اس آیت کا مصداق بیان کیا گیا ہے۔

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے ام سلمہ کے گھر ملنے گئے، جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا اے علیؑ آپ کی حالت اس وقت کیا ہوگی جب ساری امتوں کو جمع کیا جائے گا اور عدل و انصاف کا ترازو نصب کیا جائے گا اور لوگ حساب و کتاب کے لئے آمادہ ہوں گے یہ سن کر امیر المؤمنین علیہ السلام کی آنکھوں سے موتیوں کی جھڑی لگ گئی رسول اللہ نے سوال کیا اے علیؑ آپ کیوں رو رہے ہیں اللہ کی قسم اس دن آپ اور آپ کے شیعہ سفید چہروں اور سیراب ہو کر میدان محشر میں حاضر ہوں گے ان کے چہرے شاداب اور مسکراتے ہوئے ہوں گے اور اس دن آپ کے دشمنوں کو حاضر کیا جائے گا جبکہ ان کے چہرے سیاہ اور وہ لوگ شقی اور ان کی آخرت خراب ہوگی اور ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔

اس کا مصداق آپ اور آپ کے شیعہ ہیں لیکن وہ لوگ کافر ہو گئے ہیں اور ہماری فضیلتوں کا انکار کرتے ہیں وہ بدترین لوگ ہیں۔ اُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ؟ اور یہ گروہ تمہارے دشمن ہے۔

یہاں پر ایک قابل ذکر نکتہ پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ایمان

اور اس کے ساتھ مومنین مختلف مراتب کے حامل ہیں ان میں سے ہر ایک خاص رتبے پر فائز ہیں اور ہر ایک کے لئے ایک خاص جگہ معین ہے ان روایتوں کو دیکھتے ہوئے امیر المؤمنین علیہ السلام اور آپ کے شیعہ اس گروہ کے صدر نشین نبوت کے بعد ہیں یعنی جب نبی اکرم رسالت پر مبعوث ہوئے اور اسلام نے اپنے سے پہلے دین کو نسخ کر دیا۔ تو مسلمان واقعی مومن بن گئے اور انھیں میں حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے شیعہ ہیں جنہیں صرف ہم واقعی طور پر خیر البریہ کہہ سکتے ہیں۔

بعض حضرات یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ اس آیت کے شان نزول میں یہ بات درج کی گئی ہے کہ آیت اللہ کے گھر میں نازل ہوئی جبکہ یہ سورت مدنی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سی سورت اور آیت متعدد بار نازل ہوئی ہیں اور اہل سنت کے بڑے بڑے علماء اس بات کا اعتراف کرتے ہیں اس لیے ممکن ہے کہ یہ آیت مصداق کو واضح طور پر بتانے کے لئے نازل ہوئی ہو اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت کا نزول پیغمبر کے کسی سفر میں ہوا جو آپ نے مدینہ سے مکہ کی طرف کیا ہے خاص طور پر جب اس کے راوی جابر بن عبد اللہ انصاری ہیں۔ جو آنحضرت سے مدینہ ہی میں ملحق ہوئے ہیں۔ اس بنا پر اس طرح کی کئی آیتوں کو مدنی مطلق طور پر کہہ دینا بعید ہے۔

ان احادیث میں سے کچھ حدیثوں کو ابن حجر نے اپنی کتاب صواعق مخرقة میں اور کچھ کو محمد شبلی نے نور الابصار میں ذکر کیا ہے جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر در المنثور میں بھی کچھ احادیث کا ذکر کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اوپر ذکر کی گئی احادیث بہت مشہور اور معروف ہیں جنہیں عام طور سے علماء، اسلامی اسکالرنے قبول کیا ہے اور یہ عظیم فضیلت اور کمال حضرت علی علیہ السلام کے لئے باقی صفحہ نمبر ۳۰ پر

حدیث غدیر میں معنی ولایت اُدباء اور شعراء کی نظر میں (۲)

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی

خدا کا شکر کہ اس نے ہمیں موقع فراہم کیا اور گزشتہ چند برسوں سے میگزین ”آفتاب ولایت“ کے ذریعہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہما السلام کی ولایت و وصایت اور اُن حضرت علیہ السلام کے فضائل و کمالات پر مبنی مضامین پیش کرنے کی سعادت مرحمت فرمائی۔

گزشتہ سال یعنی ۱۴۴۰ھ ذی الحجہ کے شمارہ میں مذکورہ عنوان کے تحت ایک مضمون آفتاب ولایت صفحہ ۱۲ تا ۲۱ شائع ہو چکا ہے اور اب اُسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے دوسری قسط حاضر خدمت ہے۔

بات کو آگے بڑھانے سے پہلے گزشتہ مضمون کا خلاصہ چند سطروں میں ملاحظہ فرمائیں:

ائمہ ہدیٰ علیہم السلام اور علماء امامیہ نے مولیٰ کے معنی صدر اسلام کے عرب اور بعد کی نسلوں کے عرب نے جو سمجھا ہے اُسے بیان کیا ہے۔

مولیٰ کے معنی نامور اُدباء اور شعراء نے اپنے اشعار و بیان میں وہی بیان کیا ہے جسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے بیان کیا ہے۔

شعراء نے حدیث غدیر کو مناسب قافیہ کے ساتھ شعر کی شکل میں اتارا ہے جو حدیث غدیر کے مستند ہونے کو ثابت کرتے ہیں۔

اس مضمون کا ماخذ و مدرک کتاب ”الغدیر فی الکتاب والسنۃ والأدب“ ہے جو کتاب ”الغدیر“ کے نام سے مشہور

ہے۔ اس کے مؤلف الشیخ عبدالحسین احمد الامینی الخنجی قدس سرہ ہیں جو علامہ امینی کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی ہے۔ فارسی اردو اور انگریزی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

علامہ امینی اور کتاب ”الغدیر“ کا یہ مختصر تعارف ہے گزشتہ شمارہ ملاحظہ کریں۔

شعرا و شعراء کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ائمہ علیہم السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و شعراء کی قدر کرتے تھے اور بعض موقعوں پر تو شعراء سے شعر کہنے اور پڑھنے کی فرمائش کرتے تھے۔ شعراء کی تشویق و ترغیب کے لئے ائمہ کی زبان مبارک سے اس طرح کے جملے نظر آتے ہیں:

”جو ایک شعر ہمارے بارے میں کہے خداوند عالم بہشت میں اس کے لیے ایک گھر بناتا ہے۔“

پہلی صدی ہجری کے شعرا کا تذکرہ کرتے ہوئے سب سے پہلے امیر المومنین علیہ السلام کے شعر بیان کئے گئے ہیں امیر المومنین علیہ السلام نے مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهَذَا عَلِيٌّ مَوْلَا میں مولیٰ کے معنی کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ پیغمبر کی اطاعت کی طرح ان کی اطاعت بھی تمام لوگوں پر واجب ہے۔

دوسرے شاعر حسان بن ثابت انصاری ہیں۔ حسان بن ثابت کے اشعار کو ترجمہ و تجزیہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اب اس مضمون میں دیگر شعرا اور ان کے اشعار کا تذکرہ کیا جائے گا۔

بزرگان دین کی نظر میں شعر اور شعراء کا مقام:

گذشتہ شمارہ میں ہم نے شعر و شعراء کی اہمیت کو پیغمبر اسلام ﷺ اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی نظر میں اشارہ کیا اور اب ہم یہاں اختصار کے ساتھ بزرگان دین کی نظر میں اس کی طرف اشارہ کریں گے اور پھر اصل مطلب کی طرف پلٹیں گے۔

فقہاء امت اور زعماء مذہب نے بھی معصومین علیہم السلام کی سیرت کی پیروی کی ہے اور دین کی خدمت کی راہ میں، اور مذہب کی عزت و تکریم کی حمایت میں اور اہل بیت علیہم السلام کے آثار کی حفاظت میں قیام کیا اور عوام کے درمیان ائمہ علیہم السلام کے نام کو رواج دینے کے لئے شعراء کی ہمت افزائی کی اور انہیں انعامات سے نوازا اور جہاں فقہی کتابوں کی تالیف اور معارف اسلامی کو اہمیت دی وہیں شعری کتابوں اور ادبی فنون کی تشریح کی تدوین میں کتابیں تحریر کی تاکہ شعر و ادب کے اصول کو تقویت پہنچائیں۔

ہمارے عظیم الشان عالم بزرگوار مرحوم شیخ کلینیؒ جنہوں نے کتاب کافی لکھی ہے، ان کی ایک کتاب اشعار پر مشتمل ہے اور یہ اشعار اہلبیت علیہم السلام کی شان میں کہے گئے ہیں۔ اسی طرح ہمارے بزرگ عالم عیاشی جنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں، ایک کتاب معاریض الشعر لکھا ہے۔ مرحوم شیخ صدوق نے اشعار پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے۔ مرحوم جلودی بصرہ کے ایک معروف شیعہ عالم کی ایک کتاب ہے جس میں آپ نے علی علیہ السلام کے بارے میں جو بھی شعر ہیں انہیں جمع کیا ہے۔

ابوالحسن شمشاطی مؤلف کتاب ”مختصر فقہ اہل بیت“ نے ایک کتاب فنون شعر پر لکھی ہے، شیخ مفید نے بھی شعر و شاعری سے

مربوط مسائل پر ایک کتاب لکھی ہے۔ سید مرتضیٰ (علم الہدی) کا ایک شعری دیوان موجود ہے۔

ان فقہاء کے علاوہ دیگر فقہاء و علماء شیعہ نے بھی شعر و شاعری کی تشویق کی ہے اور مختلف عیدوں مثلاً ائمہ علیہم السلام کی ولادت اور عید غدیر وغیرہ پر مجالس و محافل کا انعقاد کرتے رہے ہیں اور ائمہ علیہم السلام کی شہادت کے موقع پر شعراء کو اپنی مجالس میں جمع کرتے رہے ہیں تاکہ وہ مرثیہ سرائی کریں اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کو زندہ رکھیں۔

یہ طریقہ ہر زمانے میں رائج رہا ہے اور اسے رونق ملتی رہی ہے۔ ہمارے بزرگ عالم آیت اللہ بحر العلوم اور استاد گراں قدر مرحوم کاشف الغطاء کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

بات کو ختم کرتے ہوئے ایک چھوٹا سا واقعہ نقل کرتے ہیں۔ روشن دل شاعر اہل بیت عصمت سید حیدر حلیؒ نے ایک مذہبی مجلس میں ایک قصیدہ پڑھا اور سید شیرازی کو متاثر کیا۔ مجلس کے ختم ہونے کے بعد سید شیرازی نے قصد کیا کہ ۲۰ لیرہ عثمانی صلہ کے طور پر سید حیدر حلیؒ کو دیں گے۔ لیکن جب انہوں نے اس بات کو اپنے چچا حاج مرزا اسماعیلؒ کے سامنے رکھا تو انہوں نے اسے مناسب نہیں سمجھا اور کہا کہ یہ رقم بہت کم ہے اور فرمایا وہ اہل بیت علیہم السلام کے دربار کے شاعر ہے اور رقم کی یہ مقدار ان کے شایان شان نہیں ہے سید حیدر دعبیل و حمیری کی طرح ہیں اور ان دونوں کی طرح بلند مرتبہ ہیں۔ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام اپنے زمانے کے شعراء کو سونے کے سکوں سے پُر تھیلی دیا کرتے تھے اور مناسب ہے کہ تم ایک سولیرا انھیں دو۔ اس بنا پر آیت اللہ بزرگ اور مرجع عالی قدر سید حیدر کی زیارت کو پہنچے اور مبلغ سولیرا بعنوان

۱ سید اسماعیل ایک بزرگ عالم اور چودھیں صدی کے شعراء میں سے ایک تھے۔

اور دوستوں کے دلوں کو خوش کرے گا اور یہ ان کی عزت و شوکت کا باعث ہوگا۔ جب تم انشاء اللہ مصر پہنچو تو نیک لوگوں کے ساتھ نیکی کرو اور مشکوک لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آؤ اور تمام افراد خاص و عام کے ساتھ نرم و ملائم مہربان رہو کیوں کہ نرمی و مہربانی میں برکت و امن ہے۔

قیس نے جواب میں کہا: اے امیر المومنین خدا آپ پر رحمت کرے جو کچھ آپ نے فرمایا میں سمجھ گیا لیکن لشکر اور سپاہ لشکر کو آپ کی خدمت میں لاتا ہوں اور حسب ضرورت ان کی اصلاح فرمائیں تاکہ وہ فوراً روانہ ہوں اور میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ مصر روانہ ہو جاؤں اور آپ نے جو خوش خوئی اور نرمی و مہربانی کے بارے میں سفارش کی ہے خدا سے مدد طلب کرتا ہوں کہ اسی طرح کر سکوں۔

قیس اپنے خاندان کے ساتھ لوگوں کے ہمراہ مصر کی طرف چلے اور پہلی ربیع الاول کو مصر میں داخل ہوئے اور ممبر پر پہنچے اور ایک خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد و تعریف کی اور کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے حق کو ظاہر اور باطل کو مٹا دیا اور ظالمین کو سرکوب کیا۔ اے لوگو! ہم نے رسول خدا ﷺ کے بعد بہترین فرد کو پہچانا اور اس کی بیعت کی، تم بھی آؤ خدا اور سنت رسول خدا کی بنیاد پر بیعت کرو اور اگر ہم خود اس روش پر نہ ہوں تو تمہاری گردن پر کوئی بیعت نہ ہوگی۔ لوگ کھڑے ہوئے اور بیعت کی اور مصر کے حاکموں نے اہل مصر کے ساتھ قیس کے سامنے اپنے سروں کو تعظیم سے جھکا دیا۔ قیس مخصوص سوجھ بوجھ کے انسان تھے آپ چار مہینہ اور پانچ روز مصر کی ولایت کے عہدے پر تھے اور پھر ۵ رجب کو مصر سے نکلے اور اس کے بعد آپ کو فہ آئے اور پھر حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے آپ کو آذربائیجان کی ولایت سونپی اور اس کے بعد آپ جنگ جمل میں شریک ہوئے۔ آپ کی تکنیکی مہارت اور ہوشیاری کی وجہ سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے آپ کو

صلہ تجلیل و احترام کے ساتھ انہیں مرحمت کیا اور شاعر اہل بیت کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

گزشتہ شمارے میں ہم نے پہلی صدی کے شاعر حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور صحابی معروف حسان بن ثابت اور ان کے اشعار کا تذکرہ کیا۔ اب ملاحظہ ہو پہلی ہی صدی کے شاعر قیس انصاری کے حالات اور ان کے اشعار۔

قیس بن عبادہ انصاری:

قیس بن عبادہ بن دلیم (دلیہم) بن حارث بن خزیمہ (خزیمہ) ابن ثعلبہ بن ظریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج الاکبر ابن حارثہ اور آپ کی ماں کا نام فقیہہ بنت عبید بن تعلیم بن حارثہ ہے۔

آپ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کا خاندان زمانہ جاہلیت میں بھی اور اسلام کے ظہور کے بعد بھی عظمت و جلالت کا حامل رہا ہے۔

قیس کی کنیت ابو القاسم ابو الفضل ابو عبد اللہ ابو عبد الملک بھی تھی۔

قیس ایک شجاع اور سخی انسان تھے قیس علی علیہ السلام کے شیعوں اور ان کے طرفداروں میں تھے امیر المومنین علیہ السلام نے انہیں صفر کے مہینے ۳۶ ہجری میں مصر کا حاکم بنا کر بھیجا تھا اور حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا: مصر جاؤ میں تمہیں وہاں کا حاکم بناتا ہوں مدینہ کے باہر ٹھہرو اور اپنے دوستوں اور جو بھی تمہارے لئے مورد اعتماد ہیں اپنے ساتھ یہاں سے لے جاؤ تاکہ جب مصر میں داخل ہو، تو ایک بڑی جماعت کے ساتھ داخل ہو اور شکوہ و عظمت کا مظاہرہ ہو یہ کام دشمن کی آنکھوں میں خوف پیدا کرے گا

۱ یہاں سے قیس اور حسان کا نسب ایک ہے۔

شرطۃ النخیس اکا سالار بنایا تھا۔

تذکر:

ہے۔ یہاں ہم قیس انصاری کے چند شعر نقل کر رہے ہیں۔ یہ اشعار قیس بن سعد نے جنگ صفین کے موقع پر امام امیر المؤمنین علیہ السلام کے سامنے پیش کئے تھے۔ یہ قصیدہ ”لامیہ“ سے ہے۔ اس قصیدہ کی ابتدا یہ ہے:

قُلْتُ لِمَا بَغَى الْعَدُوُّ عَلَيْنَا
حَسْبُنَا رَبُّنَا وَنِعْمَ الْوَكِيلُ
یعنی میں نے کہا اُس وقت جب ستم کیا دشمنوں نے
ہم پر ہمارا خدا ہمارے لئے کافی ہے اور اچھا وکیل
ہے (حفاظت کرنے والا ہے۔)

حَسْبُنَا رَبُّنَا الَّذِي فَتَحَ الْبَصْرَةَ
بِالْأَمْسِ وَالْحَدِيثُ يَطُولُ
ہمارے لئے کافی ہے وہ خدا جس نے بصرہ کو فتح
کرایا۔ اور اُس کی داستان طولانی ہے۔
مزید تین شعر ملاحظہ ہوں۔

۱- وَ عَلَيَّ إِمَامًا مَنَّا وَإِمَامًا
لِّسَوْأَنَا آتَى بِهِ التَّنْزِيلُ
۲- يَوْمَ قَالَ النَّبِيُّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ

فَهَذَا مَوْلَاهُ خَطْبٌ جَلِيلُ
۳- إِنَّ مَا قَالَهُ النَّبِيُّ عَلَى الْأَمَّةِ
حَتَمَ مَا فِيهِ قَالَ وَقِيلَ

(۱) علی ہمارے امام و پیشوا ہیں اور ہمارے علاوہ افراد کے،

قرآن نے اس معنی کو (اپنے اندر) بیان کیا ہے،

(۲) اُس روز کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس کا

مولیٰ ہوں پس اس کے یہ علی بن ابی طالب علیہ السلام

مولیٰ ہیں۔ یہ بات بہت عظیم ہے اور بڑی عظمت والی

جناب قیس امیر المؤمنین علیہ السلام کے ایک مخصوص صحابی تھے اور ساری زندگی حضرت کے ساتھ رہے اور اپنی مہارت و ہوشیاری اور نظامی اور جنگی فنون پر تسلط کی بنا پر سالاری و گورنری کے عہدوں پر فائز رہے۔ علامہ امینی قدس سرہ نے تفصیل کے ساتھ ان کے حالات درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو الغدیر ۲، ہمارا موضوع فی الحال ان تفصیلات سے مربوط نہیں ہے۔

توجہ:

امام امیر المؤمنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ امام حسن علیہ السلام کی ولایت میں تھے جناب قیس کی معاویہ کے ساتھ صلح کے واقعات تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن توجہ رہے کہ جناب قیس نے معاویہ کو کبھی بھی خلیفہ یا ولی نہیں مانا بلکہ حضرت امیر علیہ السلام اور خاندان اہل بیت کو خلیفہ برحق جانا اس لئے قارئین محترم مغالطہ میں نہ پڑیں۔ قیس کی وفات ۶۰ھ یا ۵۹ھ لکھی گئی ہے۔ بعض لوگوں نے ۸۵ھ لکھا ہے۔

اشعار قیس بن عبادہ

جناب قیس نے علانیہ اور واضح طور پر امامت امیر المؤمنین علیہ السلام پر گواہی دی ہے اور دشمن امیر المؤمنین علیہ السلام کی مذمت کی ہے اور خاص طور پر معاویہ لعنت اللہ علیہ کو جگہ جگہ لتاڑا

۱ شرطۃ النخیس ایک فوجی دستہ عربوں نے بنایا تھا کہ جس میں چالیس ہزار لوگ تھے جنہوں نے علی علیہ السلام سے بیعت کی تھی کہ زندگی کے آخری لمحوں اور تادم مرگ ان کے ساتھ رہیں گے۔ قیس ان لوگوں کی سالاری کر رہے تھے۔

۲ الغدیر فارسی جلد ۳، صفحہ ۱۱۳ تا ۱۹۹۔ الغدیر اردو جلد ۲ صفحہ ۶۱ تا ۸۸۔

ہے۔

(۳) جو کچھ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے، حتمی اور مُسَلَّم ہے اور اُس میں چوں چرا کی گنجائش نہیں ہے۔

تجزیہ اشعار:

- قیس بن سعد بن عبادہ نے جنگ صفین میں امام امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کے حضور میں پیش کیا۔
- شاعر نے غدیر کے دن، رسول اکرم ﷺ کے خطبہ کا مفہوم یہی سمجھا ہے کہ رسول خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو سب کا مولیٰ قرار دیا ہے اور اسلامی دنیا کے تمام لوگوں پر پیشوائی و ولایت کو واجب جانا ہے۔
- ابتدائے کلام میں شاعر نے اپنے اور امیر المؤمنین علیہ السلام کے دشمنوں کے مقابلہ میں خدا کو وکیل اور حفاظت کرنے والا قرار دیا ہے۔

اسناد و منابع

- ۱۔ اس قصیدہ کو سید رضی قدس سرہ متوفی ۶۰۶ھ نے خصائص الائمہ میں نقل کیا ہے۔
- ۲۔ شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ نے اپنی کتاب ”الْفُصُولُ الْمُخْتَارَةُ“ جلد دوم صفحہ ۸۷ پر ان اشعار کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: یہ اشعار امیر المؤمنین علیہ السلام کی امامت و پیشوائی پر دلیل ہونے کے ساتھ اس بات کی بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ شیعہ امیر المؤمنین علیہ السلام کے زمانہ میں موجود تھے اور معتزلہ جو عناد و دشمنی کی بنا پر کہتے ہیں کہ رسول خدا اور امیر المؤمنین علیہ السلام کے دور میں شیعہ کے عنوان سے کوئی وجود نہیں تھا اسے یہ اشعار رد کرتے ہیں۔

شیخ مفید نے ایک رسالہ ولایت کے معنی و مفہوم پر لکھا ہے

اُس میں بھی ان اشعار کو نقل کیا ہے۔ اور قیس کے بارے میں لکھا ہے کہ: قیس کا قصیدہ ایسا ہے کہ مؤرخین اور راویوں میں سے کوئی بھی ان اشعار کے بارے میں اُن پر شک اور کوئی تردید نہیں کی ہے اور یقین کی بنیاد پر اُسے قبول کیا ہے اور بالکل اُسی طرح ہے کہ جسے جنگ جمل و صفین میں امیر المؤمنین علیہ السلام کی مدد کرنے میں شک و شبہ نہیں ہے۔ اور قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے:

قُلْتُ لَبَّابِغِي الْعَدُوَّ عَلَيْنَا

حَسْبُنَا رَبُّنَا وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

یعنی جب دشمنوں نے ہم پرستم کیا تو میں نے کہا، ہمارا خدا ہمارے لئے کافی ہے اور اچھا وکیل ہے حفاظت کرنے والا ہے۔^۱

۳۔ علامہ کراچی متوفی ۱۲۹۹ھ نے کنز الفوائد صفحہ ۲۳۴ پر روایت کی ہے اور کہا: یہ قصیدہ قیس بن سعد کے منجملہ اشعار میں سے ہے کہ جو آج تک محفوظ ہے اور اسے انہوں نے جنگ صفین میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے حضور میں پیش تھا۔

۴۔ ابوالمظفر سبط ابن جوزی حنفی متوفی ۶۵۴ھ نے کتاب ”التذکرہ“ کے صفحہ ۲۰ پر اس قصیدہ کو مکمل سند کی تحقیق کے ساتھ نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں: قیس نے ان اشعار کو امیر المؤمنین علیہ السلام کے سامنے جنگ صفین میں پڑھا ہے۔

۵۔ مفسر کبیر شیخ ابوالفتوح رازی نے اپنی تفسیر کی جلد ۲ کے صفحہ ۱۹۳ پر ان اشعار کو بیان کیا ہے۔

۶۔ ہمارے بزرگ ہبۃ الدین راوندی نے ”المجموع الرائق“ میں اس قصیدہ کو نقل کیا ہے۔

۷۔ آقاي بزرگوار قاضي نور اللہ مرعشي شوستري، شهيد ثالث نے اپنی کتاب مجالس المؤمنین ص ۱۰۱ پر نقل کیا ہے۔

۸۔ علامہ مجلسي متوفی ۱۱۱۱ھ نے بحار الانوار جلد ۹/۲۴۵ (قدیم) میں ان اشعار کو بیان کیا ہے۔

۹۔ سيد علی خان متوفی ۱۲۰۰ھ نے ”الدرجات الرفیعة“ میں جنگ صفین کے ذیل میں ان اشعار کو نقل کیا ہے۔

اور دوسرے بہت سے شیعہ علمائے متاخرین نے ان اشعار کو قیس بن سعد بن عبادہ سے روایت کیا ہے۔^۱

قیس اپنے امام کے سامنے پوری طرح تسلیم تھے:

آپ کا مقام و مرتبہ حضرت امیر علیہ السلام کے سامنے ایسا تھا کہ بارہا امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ معاویہ سے مقابلہ کیا جائے اور اُسے قتل کر دیا جائے اور مشورہ دیتے کہ مخالفین کے خلاف قیام کریں اور اس طرح کہتے:

”اے امیر المؤمنین! پوری زمین پر آپ سے زیادہ کسی کو محبوب نہیں رکھتا جو ہمارے امور کی نگرانی اپنے ہاتھ میں لے اور عدل و انصاف کے قائم کرنے اور احکام اسلامی کو جاری کر سکے کیونکہ آپ چمکتے ہوئے ستارہ ہیں اور تاریک راتوں میں ہمارے راہنما ہیں، آپ ہمارے پناہ گاہ ہیں کہ سختیوں میں آپ کی پناہ میں آجاتے اور اگر آپ کو چھوڑ دیں تو ہمارے لئے زمین و آسمان تاریک ہو جائیں گے“ لیکن خدا کی قسم اگر معاویہ کو اُس کے حال پر چھوڑ دیا تو وہ جو چاہے ہر مکر و فریب انجام دے، وہ مصر کی طرف جائے گا اور یمن کے حالات کو درہم برہم کر دے گا اور ملک عراق کی لالچ کرے گا، اس کے ہمراہ یمن کے کچھ لوگ ہیں جو قتل عثمان

کو بہانہ بنا کر ظلم و ستم کے طور پر اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور عثمان کے قاتلوں سے کینہ جوئی اور انتقام لینے کو نکلے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ بجائے علم و یقین کی پیروی کرنے کے اور حقائق کو چشم واقعی سے دیکھنے کے بجائے گمان پر اکتفا کرتے ہیں اور یقین کے بجائے شک میں گرفتار ہیں اور خوبیوں کے بجائے ہوائے نفس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ حجاز و عراق کے لوگوں کو اپنے ساتھ لیجئے اور اس (معاویہ) کی راہوں کو تنگ کر دیں اور اس کا محاصرہ کر کے اور ایسا کام کریں کہ وہ خود اپنے اندر احساس ناتوانی کرے اور خود سے مایوس ہو جائے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے اُن کے جواب میں فرمایا: خدا کی قسم اے قیس تم نے اچھی بات کہی اور خوبصورت مطلب اور موقع محل سے بات پیش کی ہے۔^۲

تذکرہ:

قیس بن عبادہ ایک شاعر و ادیب، ایک ماہر جنگ، ایک متفکر و مدبر، ایک شجاع و بہادر اور عاشق علیؑ تھے نادان اور جاہل نہ تھے۔ ان تمام کمالات کے ساتھ بہترین مبلغ و مناظر بھی تھے۔ اپنی دلیلوں سے سامنے والے کو بے بس کر دیتے تھے۔ ایک مختصر واقعہ نقل کر رہے ہیں اور بس۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے قیس کو اپنے پاک و پاکیزہ فرزند امام حسن مجتبیٰ اور عمار یاسر کے ہمراہ کوفہ بھیجا تا کہ وہاں کے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے دعوت دیں، ابتداء میں امام حسن علیہ السلام اور پھر جناب عمار یاسر نے تقریریں کیں اور پھر ان دونوں بزرگوار کے بعد قیس کھڑے ہوئے اور حمد و ثناء پروردگار کے بعد اس طرح فرمایا:

۲ الغدیر جلد ۳/۱۲۹، (فارسی) نقل از امالی شیخ طوسی ص ۵

۱ الغدیر (فارسی) ۳/۱۱۵ تا ۱۱۶

طلحہ وز بیر نے حسد کیا:

اے لوگو! اگر خلافت و پیشوائی کے موضوع میں شوریٰ کو قبول کر لیں اور اُسے معیار و ملاک قرار دیں تو جان لو کہ علی علیہ السلام تمام لوگوں کے مقابلہ میں اسلام لانے میں سبقت لیجانے میں اور رسول خدا کے ساتھ ہجرت کرنے میں اور علم و دانش کے معاملہ میں سب سے زیادہ ہیں اور اس منصب کے لئے حقدار ہیں۔ جو بھی اس حقیقت و واقعیت کا منکر ہو اس کا قتل مباح اور حلال ہے، اور کس طرح حلال نہ ہو؟ اور اب یہ طلحہ وز بیر کے لئے جو خود اُن حضرت کی بیعت کی اور حسد کی بنا پر اپنے شانہ کو بیعت کے بوجھ سے جھٹک لیا اور اُن حضرت کو چھوڑ دیا اور ان کے لئے اتمام حجت ہوئی اور پھر وہ کوئی دلیل نہیں رکھتے۔ (یعنی طلحہ وز بیر کیا دلیل رکھتے ہیں کہ ابتداء میں بیعت کر لی اور بعد حسد کی بنا پر حضرت سے کنارہ کش ہو گئے جبکہ دیندار مہاجر و انصار علی علیہ السلام کے رکاب میں حاضر ہو گئے اور ان کا سابق روشن و درخشاں تھا)۔

کوفہ کے مقررین اور خطباء اپنی جگہ سے اٹھے اور بڑی تیزی کے ساتھ قیس کی آواز پر لبیک کہی اور مکمل حمایت کی تو قیس نے یہ شعر پڑھا:

رَضِينَا بِقَسْمِ اللَّهِ إِذْ كَانَ قَسَمَنَا

عَلِيًّا وَابْنَاءِ الرَّسُولِ مُحَمَّدٍ

ہم اُس چیز سے راضی ہیں جو خدا نے ہمارے حصہ میں رکھی۔ اس موقع پر کہ علی اور فرزندان حضرت محمد ﷺ کو ہمارے حصہ میں رکھا۔

(یعنی ہم راضی ہیں خدا کی تقسیم سے کہ اُس نے ہماری قسمت میں محبت علی رکھی)

قیس نے اس کے بعد جو شعر پڑھے اُن کا ترجمہ نقل کر رہے ہیں:

”ہم نے اُن کے مقدم کا خیر مقدم کیا اور اُن کے ہاتھوں کو عشق و محبت کی بنا پر بوسہ دیا۔“

”پھر زبیر وعدہ شکن کے لئے کوئی احترام نہیں ہے اور اُس کے بھائی طلحہ کے لئے بھی کوئی خصوصیت و احترام نہیں ہے۔“

”فرزند پیغمبر اور اُن کے وصی تمہارے پاس آئے اور تم تو پروردگار کی حمد و ثناء سے عاری ہو۔“

”ہمارے درمیان ایسے افراد ہیں جو کہ اپنے تند و تیز رو گھوڑوں کو معرکہ جنگ تک پہنچایا اور بلند نیزوں اور کاٹنے والی برہنہ تلواروں کے ساتھ آمادہ جنگ ہیں۔“

”جسکو بھی آپ (اے امیر المؤمنین) ہمارے لئے حاکم و آقا چنیں بغیر کسی چوں چرا کے اُس کی حاکمیت و آقاویت کو قبول کر لیں گے اگرچہ وہ شخص ہم پر آقائی و بزرگی نہ رکھتا ہو۔“

کوفہ کے لوگوں نے جب حمایت کی تو قیس نے کہا:

جَزَى اللَّهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ الْيَوْمَ نَصْرَةَ

أَجَابُوا وَلَمْ يَأْبُوا بِخِذْلَانٍ مِنْ خِذَلٍ

خدا کوفہ کے لوگوں کو مدد کے لئے نیک اجر عنایت کرے، مثبت جواب دیا اور اُن لوگوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی جنہوں نے مدد نہیں کی:

”طلحہ اور زبیر نے پیغمبر کی بیوی کو عداوت جنگ پر اُکسایا اور گھر سے باہر نکالا اور اونٹ پر سوار کر کے اُس کے اونٹ کو دوڑایا۔“

”تمہارے پیغمبر کی وصیت و سفارش اس طرح کی نہ تھی یہ انصاف نہیں ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی نا انصافی نہیں ہے۔“

”کیا اس روداد کے بعد کسی کے لئے جائے سخن ہے

جو کہے؟ خدا بُرا کرتا ہے خائِنوں کی آرزوؤں پر اور
اُن کی مخالفتوں پر“

شیخ الطائفہ شیخ طوسی نے اپنی کتاب امالی کے صفحات ۸۷ و ۹۴ پر اور شیخ مفید نے اپنی کتاب ’النصرة لسيد العتره‘ میں ان واقعات کو نقل کیا ہے اور ان کو ابیات دالّیہ کہا ہے۔^۱

قیس معلّم دین:

قیس کو معاملہ دینیہ میں مہارت، قرآن و سنت پر عبور اور ابہام کلام کی معرفت تھی۔ وہ یا وہ گوئی میں شگاف پیدا کر دیتے تھے، نظریاتی وکالت مسترد کرنے کا اچھا سلیقہ تھا۔ کلام کو اصل سرچشمہ سے سنوارتے تھے، اُن کی خطابت و قیہ ہوتی تھی، بات کو توڑ کر ربط پیدا کرتے تھے، صلابت بیان ’حسن تقریر‘، احتجاج اور مناظرہ کی برجستہ گوئی کا دل آویز اسلوب تھا۔ تمام باتوں کو پورے استدلال کے ساتھ سننے والے تک پہنچاتے تھے۔ وہ تلوار کے ساتھ زبان کے بھی دھنی تھے۔ وہ انصار و خزرج کے خطیب، شیعیت کے بلند قامت متکلم اور عترت طاہرہ کی بولتی زبان تھے۔

دشمن امیر المؤمنین معاویہ بن ابوسفیان نے صفین میں کہا تھا: اصل میں انصار کا خطیب قیس ہے، وہ روزانہ نئے آہنگ کے ساتھ گفتگو کرتا ہے۔^۲

اور امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان کی شعلہ بیانی پر فرمایا تھا: خدا کی قسم! وہ تم نے نفیس ترین بات کہی، اب مجھے کسی دوسرے مشورہ کی ضرورت نہیں ہے۔^۳

تذکرہ:

۱ الغدیر (فارسی) ۱۳۲ تا ۱۲۹۳ / ۳

۲ الغدیر (فارسی) ۱۴۱ / ۳

۳ الغدیر (فارسی) ۱۵۶ / ۳

امیر المؤمنین علیہ السلام کی ایسی تائید کے بعد دوسری گنجائش ہی کہاں رہ جاتی ہے۔

خدا یا! ہمیں خدمت و تبلیغ امامت کی توفیق عطا کر اور امام زمانہ علیہ السلام کے سامنے سرخرو ہونے کی توفیق مرحمت فرما۔

قیس بن سعد کے حالات کے لئے ایک مفصل کتاب کی ضرورت ہے۔ اختصار کے تقاضہ کے تحت اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ بقیہ ادباء و شعراء جنہوں نے غدیر کے دن لفظ ’مولا‘ کے معنی علی علیہ السلام کی ولایت سمجھا ہے نقل کریں گے انشاء اللہ

یہ مضمون ایسے حالات میں لکھا گیا ہے جبکہ ساری دنیا کرونا جیسی وباء میں گرفتار ہے۔ دنیا کے اکثر حصہ میں اس وباء نے سب کو خائف کر دیا ہے۔ اس سال حج نہیں ہوگا اور زیارت عتبات عالیات کے راستہ بھی بند ہیں غدیر اور ایام محرم قریب ہیں۔ خدایا! حق غدیر کے انعقاد اور عزائے سید الشہداء کے قیام کے لئے حالات کو امن و امان میں بدل دے۔ وارث مولائے غدیر و سید الشہداء کے ظہور میں تعجیل فرما۔

خدایا! شب اول قبر نور امیر المؤمنین علیہ السلام سے میری قبر کو منور فرما۔ آمین

.....صفحہ نمبر ۲۲ کا باقی

ہے۔ ضمناً ان روایتوں سے یہ حقیقت بہت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ لفظ شیعہ رسول اللہ کے زمانے میں خود رسول اللہ کے ذریعے مسلمانوں کے درمیان نشر کیا گیا ہے اور علی علیہ السلام کے فرماں برداروں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

خداوند عالم کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مومنین کو علی علیہ السلام کے شیعوں میں قرار دے اور وارث زہرا کے ظہور میں تعجیل فرما اور ہم سب کو آقا کے حقیقی غلاموں میں شمار فرما آمین یا رب العالمین۔

خطبہ غدیر کے بعض اہم نکات

اہمیت امامت

کا راستہ دکھا رہا ہے خطبہ غدیر اپنی سندوں کے ساتھ معتبر ترین کتابوں میں موجود ہے اس کی سند اس قدر مستحکم ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے مگر اس طرح جس طرح لوگ دوپہر میں سورج کے وجود کا انکار کریں علماء نے اس سلسلے میں اس قدر دقیق بحثیں کی ہیں جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔

سوال: جب واقعہ غدیر خطبہ غدیر حدیث غدیر اس قدر مستند ہے اور اس کی دلالت اس قدر واضح ہے تو لوگ اس کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ اور اس کی توجیہ کیوں کرتے ہیں؟

جواب: اس وقت یہ خطبہ غدیر حدیث الغدیر مختلف واسطوں سے ہم تک پہنچی ہے جن لوگوں نے خود اپنے کان سے اس خطبے اور اس حدیث کو سنا تھا اور اس پر خدا کو گواہ بھی قرار دیا تھا جب ان لوگوں نے فوراً بھلا دیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو آج لوگوں سے کیا شکایت جب کہ یہ لوگ انہیں انکار کرنے والوں کے راستے پر چل رہے ہیں۔

خطبہ غدیر حدیث قدسی

اس تاریخی خطبے کے آغاز میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے بارے میں جبریل امین کی زبانی خداوند عالم کا حکم بیان فرمایا ہے اس بنا پر خطبہ غدیر کا یہ جملہ حدیث قدسی ہے کلام الہی ہے۔ جبریل امین نے خداوند عالم کا پیغام اس طرح بیان کیا ہے۔

”آپ کے پاس جو گذشتہ انبیاء کی نشانیاں ہیں آپ اسے اپنے جانشین اور میری مخلوقات پر حجت بالغہ علی ابن ابی

اہل بیت علیہم السلام کی امامت و ولایت دین کا وہ اہم ستون ہے جس کی بنیاد پر دین کی عمارت قائم ہے اس رکن کے بغیر دین کی عمارت نہ صرف یہ کہ ناقص ہے بلکہ وہ دین ہی نہیں ہے جو خداوند عالم نے حضرت رسول خدا ﷺ پر نازل فرمایا تھا۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ ارکان دین قرض کی رقم کی طرح نہیں ہے اگر سو روپے قرض لئے ہیں اور اس میں سے کچھ ادا کر دیا مثلاً پچاس روپے ادا کر دیے ہیں تو نصف کی ادائیگی ہوگی اور ہم نصف قرض سے بری الذمہ ہو گئے اس نصف کے بارے میں اب ہم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔ ارکان دین نماز صبح کی طرح ہیں۔ اگر ایک بھی رکعت چھوڑ دیں یا ایک بھی رکعت ترک کر دیں تو گویا نماز پڑھی ہی نہیں۔ صبح کی نماز اس وقت ادا ہوگی اور ہم اس وقت نماز صبح کی ذمہ داری سے بری الذمہ ہوں گے جب ہم تمام ارکان واجبات کے ساتھ ادا کریں گے ولایت و امامت اہل بیت علیہ السلام دین کی بنیاد اور رکن ہے اگر یہ رکن اُس طرح ادا نہیں کیا گیا جس طرح خداوند عالم نے نازل کیا ہے تو ہمارے پاس خدا کا نازل کردہ اسلام نہیں ہے ولایت و امامت امام اس قدر اہم ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے روز اول سے اس کا نہ صرف اعلان کیا بلکہ اس کی اہمیت کو بیان کیا۔

خطبہ غدیر

خطبہ غدیر اعلان ولایت کا روشن سورج ہے جو آج بھی اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ چمک رہا ہے اور تمام لوگوں کو ہدایت

اطاعت کی اور جس نے ان (علیؑ) کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور میں نے ان کو اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان پرچم ہدایت بنایا ہے۔

جوان کی معرفت رکھتا ہے وہ مومن ہے جو ان کا انکار کرے وہ کافر ہے جو ان کی بیعت کے ساتھ کسی اور کی بیعت کرے وہ مشرک ہے جو میدان قیامت میں انکی ولایت کے ساتھ مجھ سے ملاقات کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو میدان قیامت میں ان کی عداوت کے ساتھ ملاقات کرے گا وہ جہنم میں جائے گا۔“

اس حدیث قدسی میں جن پر اہم باتوں کا تذکرہ خداوند عالم نے فرمایا ہے ان میں سے چند کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس جو گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی نشانیاں اور میراث تھی وہ سب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سپرد کر دیں۔

۲۔ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت و امامت کا عہد و پیمان پہلے سے لیا جا چکا ہے خداوند عالم نے عالم السست میں ہر ایک سے یہ عہد و پیمان لے لیا ہے۔ ہاں عہد و پیمان جو دعوت ذوالعشیرہ سے آج تک بار بار لیا جا چکا ہے اس کی تجدید کی جارہی ہے۔

۳۔ دین اولیاء خدا کی محبت اور ان کے دشمنوں کی دشمنی سے کامل ہوتا ہے۔

۴۔ زمین کبھی حجت خدا کے وجود سے خالی نہیں ہے۔

۵۔ دین کی تکمیل نعمتوں کا اتمام اور دین اسلام سے خدا کی رضا و خوشنودی کی وجہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت ہے۔

۶۔ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی اطاعت رسول

طالب علیہ السلام کے سپرد کر دیں ان کو لوگوں کے لئے پرچم ہدایت قرار دیں اور ان کے عہد و پیمان کی تجدید کریں اور ان کو اس عہد و پیمان کی یاد دلائیں جو میں نے ان سے لیا ہے۔

میں نے ان لوگوں سے اپنے ولی اور ان کے سرپرست اور ہر مومن مرد اور مومنہ عورت سے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا عہد لیا ہے۔“

یعنی ولایت حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کوئی عام عہد و پیمان نہیں ہے یہ خدا کا عہد و پیمان ہے اس عہد و پیمان کی وفاداری خدا کے عہد و پیمان کی وفاداری ہے اور اس سے بے وفائی خدا سے بے وفائی ہے اور خدا سے بے وفائی وہی کر سکتا ہے جو یا خدا پر ایمان نہیں رکھتا یا قیامت پر۔

”میں نے اپنے اولیاء کی ولایت اور اپنے دشمنوں کی دشمنی اور اپنی نعمتوں کے اتمام و دین کی تکمیل کے بعد اپنے انبیاء کو دنیا سے واپس بلایا۔

یہی میری توحید اور میرے دین کی تکمیل ہے اور میری مخلوقات پر میری نعمتوں کا اتمام ہے۔ کہ

میرے ولی کی پیروی کریں اور اس کی اطاعت کریں لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے اپنی زمین کو اپنے ولی اور سرپرست کے بغیر قرار نہیں دیا ہے۔

آج میں نے اپنے ولی اور تمام مومن و مومنہ کے ولی میرے بندے میرے نبیؑ کے وصی اور ان کے جانشین علیؑ کی ولایت کی بنا پر میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کی اور تمہارے لئے دین اسلام سے راضی ہوا یہ میری مخلوقات پر میری حجت بالغہ ہیں ان کی اطاعت و پیروی میرے نبی محمدؐ کی اطاعت و پیروی ہے میرے نبی کی اطاعت ہے جس نے ان کی (علیؑ) کی اطاعت کی اس نے میری

خدا ﷺ کی اطاعت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

۷۔ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی نافرمانی و مخالفت حضرت رسول خدا ﷺ کی نافرمانی و مخالفت اور حضرت رسول خدا ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت خدا کی نافرمانی اور مخالفت ہے۔

لہذا ہر وہ شخص جو خدا اور رسول کی اطاعت کرنا چاہتا ہے اور ان کی مخالفت سے محفوظ رہنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی اطاعت کرتا رہے اور ان کی مخالفت سے پرہیز کرتا رہے۔

۸۔ جو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی معرفت رکھتا ہے وہ مومن ہے۔

۹۔ جو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

۱۰۔ جو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی بیعت کے ساتھ ساتھ کسی اور کی بیعت کرے وہ مشرک ہے۔

۱۱۔ جو میدان قیامت میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کے ساتھ آئے گا بس وہی جنت میں جائے گا۔

۱۲۔ جو میدان قیامت میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی دشمنی کے ساتھ آئے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

ضمانت خدا

حضرت رسول خدا ﷺ ابتداً تبلیغ رسالت سے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خلافت و ولایت کا اعلان کرتے

آئے تھے منافقین کی سازشوں سے خوب اچھی طرح واقف تھے وہ بار بار خدا سے اس لیے ضمانت کی درخواست کر رہے تھے کہ ان کی وفات کے بعد یہ اہم اعلان کہیں منافقوں کی سازشوں کا شکار نہ ہو جائے اور یہ آخری دین کہیں اس طرح اپنے لوگوں کے ذریعے تحریف کا شکار نہ ہو جائے جس طرح اس سے پہلے جناب موسیٰ علیہ السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کا دین اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں تحریف کا شکار ہوا تھا یہ حقیقت ہے کہ اس وقت جو یہودیت اور عیسائیت ہے وہ نہیں ہے جو جناب موسیٰ علیہ السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے خداوند عالم نے ”واللہ یعصمک من الناس“ (خداوند عالم آپ کو لوگوں سے معصوم رکھے گا) یہاں خدا نے محفوظ رکھا آپ کو محفوظ رکھے گا نہیں فرمایا۔ بلکہ عصم استعمال کیا ہے۔ یعنی خدا اس دین کو تحریف سے محفوظ رکھتے ہوئے اس کی عصمت کو باقی رکھے گا۔ معصومین علیہم السلام کی ولایت دین کی عصمت کا سبب ہے۔

غدیری اسلام اہل بیت علیہم السلام کی عصمت و ولایت کی بنا پر آج ہر طرح کی تحریف سے محفوظ ہے۔

اعلان ولایت عامہ

خداوند عالم کی طرف سے ضمانت ملنے سے دین تحریف سے محفوظ رہے گا۔ منافقین کی سازش کا میاب نہیں ہونگی۔ حضرت رسول خدا ﷺ نے اصحاب کی ایک کثیر تعداد بعض مورخین نے ایک لاکھ سے زیادہ تعداد بتائی ہے کہ سامنے تاریخی خطبے کا آغاز فرمایا ابتدا میں توحید کے بلند ترین معارف بیان فرمائے توحید تمام اسلامی تعلیمات کی اساس اور بنیاد ہے اس کے بعد فرمایا۔

”میں آج یہاں ہر ایک کے لئے، ہر گورے کالے پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں اور یہ اعلان کرتا ہوں علی ابن ابی طالب میرے بھائی میرے وصی میرے جانشین اور میرے بعد امام ہیں

ذکر حضرت رسول خدا ﷺ نے بار بار اس طرح کیا تھا ”میں دیکھتا ہوں تم میرے بعد میرے اہل بیت سے کس طرح پیش آتے ہو۔“

ولایت امام اور امامت اہل بیت علیہم السلام

حضرت رسول خدا ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام اور دیگر گیارہ اماموں کی امامت کا اعلان اس طرح فرمایا۔

”اے لوگو! یقیناً خداوند عالم نے علی کو تمہارا ولی و امام معین کیا ہے اور ان کی مطلق اطاعت ہم پر واجب کی ہے یہاں تمام مہاجرین پر انصار اور اسی طرح ان کی پیروی کرنے والوں پر واجب و لازم ہے حاضر پر غائب پر عجم پر عرب پر آزاد پر غلام پر چھوٹے پر بڑے پر گورے پر کالے پر واجب ہے ہر خدا پرست پر ان کا حکم نافذ ہے ان کی بات ضروری ہے ان کا کہا ماننا ضروری ہے۔“

ان کی مخالفت کرنے والے پر لعنت ہے ان کی اطاعت کرنے والے پر رحمت ہے جو شخص ان کی تصدیق کرے گا ان کی باتوں کو سنے گا اور ان کی اطاعت کرے گا خداوند عالم اس کی گناہوں کو معاف کر دے گا۔

..... خداوند عالم نے مجھے تمام حلال و حرام کا علم دیا ہے اور جو کچھ خدا نے مجھے اپنی کتاب کا علم دیا ہے اور جو کچھ حلال و حرام کا علم دیا ہے وہ سب کچھ علی کو دے دیا ہے۔

اے لوگو! کوئی ایسا علم نہیں ہے جو خدا نے مجھے نہ دیا ہو خدا نے جو بھی علم مجھے تعلیم دیا ہے وہ سب میں نے امام المتقین کو دے دیا ہے میں نے سارا علم علی کو تعلیم دے دیا ہے وہی امام مبین ہیں۔“

ولایت علی کے اقرار کے بغیر توبہ قبول نہیں ہوگی

”اے لوگو! حضرت علیؑ کو ہر ایک پر فضیلت دو کیوں کہ خدا

ان کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہارون کو جناب موسیٰ سے حاصل تھی۔“

منافقین کا تذکرہ

کسی بھی مسلک کی کامیابی کیلئے کسی بھی مشن کی کامیابی کے لیے دشمنوں کی شناخت کے ساتھ ساتھ منافقین کی شناخت بھی بہت ضروری ہے بلکہ منافقین کی شناخت دشمنوں کی شناخت سے زیادہ ضروری ہے اس لیے کہ اندرونی دشمن باہری دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں حضرت رسول خدا ﷺ کو اپنے اصحاب میں منافقین کا باقاعدہ علم تھا۔ اس تاریخی خطبہ میں حضرت رسول خدا ﷺ نے منافقین کا باقاعدہ ذکر کیا ہے۔ حضرت رسول خدا ﷺ کو صرف منافقین کی موجودگی کا علم نہیں تھا بلکہ وہ ان کو باقاعدہ نام بنام پہچانتے تھے انہوں نے اپنے وسیع ترین قلب اور اخلاق عظیم کی بنا پر مجمع میں منافقین کا نام نہیں لیا خطبے کا یہ حصہ ملاحظہ ہو۔

”مجھے معلوم ہے متقی اور پرہیزگار افراد کی تعداد کم ہے منافقین کی تعداد اور گنہگاروں کی تباہ کاریاں زیادہ ہیں اسلام کا مذاق اڑانے والے بھی کم نہیں ہیں“ منافقین کی خصوصیات کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

”اگر میں چاہوں تو ان میں سے ایک ایک کا نام بتا سکتا ہوں اگر اشارہ کرنا چاہوں تو ایک ایک کی طرف اشارہ کر سکتا ہوں ایک ایک کی نشاندہی کر سکتا ہوں لیکن یہ کام میری شرافت کے مطابق نہیں ہیں اور خدا بھی اس سے راضی نہیں ہے۔ خداوند عالم نے جس بات کے پہنچانے کا حکم دیا ہے میں اس کو پہنچا دیتا ہوں۔“ منافقین کی موجودگی اور ان کی سازشوں کے علم سے اس سوال کا جواب واضح ہو جاتا ہے اس طرح حالات کے خراب ہونے کا اندیشہ حضرت رسول خدا ﷺ کو پہلے ہی سے تھا جس کا

نے ان کو فضیلت دی ہے خدا نے ان کو منصوب کیا ہے ان کے منصب کو قبول کرو اور ان کے سامنے تسلیم رہو۔

اے لوگو یہ خدا کے معین کردہ امام ہیں جو شخص ان کی ولایت کا انکار کرے گا خداوند عالم ہرگز ہرگز اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا اور خدا اس کو ہرگز معاف نہیں کرے گا جو خدا کے حکم کی مخالفت کرے خدا کے لیے ضروری ہے وہ اس کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کرے اور خدا اس کو ابدی عذاب میں گرفتار کرے اور ہمیشہ ہمیشہ اس کو عذاب میں مبتلا کرے گا ان کی مخالفت ہرگز مت کرو ورنہ جہنم میں ڈال دیئے جاؤ گے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے جو انکار کرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہوگی۔“

ان جملوں پر غور فرمائیں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا انکار کرنے کی بنا پر توبہ قبول ہوگی اور نہ خدا ہی معاف کریگا۔ انجام میں ابدی عذاب ہے۔

ولایت علی علیہ السلام کے اقرار کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ان کو ولی تسلیم کریں بلکہ ولایت علی علیہ السلام کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس ولایت کو تسلیم کریں جو خدا نے ان کے لیے قرار دی ہے جس طرح خدا نے حضرت رسول خدا ﷺ کے علاوہ کسی اور کو خاتم النبیین قرار نہیں دیا ہے اگر کوئی حضرت رسول خدا ﷺ کی نبوت کو تسلیم کرتے ہوئے کسی اور کی نبوت کا قائل ہو وہ حضرت رسول خدا ﷺ پر ایمان نہیں لایا ہے یعنی دوسروں کی بالادستی کا قائل ہو اس نے حضرت علی علیہ السلام کی اس ولایت کو تسلیم نہیں کیا ہے جو خدا نے ان کے لیے قرار دی ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح کوئی شخص اس طرح نماز نہ پڑھے جس طرح خدا نے نازل کی ہے۔

نزول رزق اور بقائے کائنات

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت صرف چند

باتوں میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ ساری کائنات کو شامل ہے اسی خطبہ غدیر میں حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں۔

”اے لوگو علیؑ کو ہر ایک پر برتری دو تمام مرد و عورت میں میرے بعد سب سے افضل علیؑ ہیں ہماری بنا پر رزق نازل ہوتا ہے اور ہماری بنا پر مخلوقات باقی ہیں۔“

وہ شخص ملعون ہے ملعون ہے اس پر اللہ کا غضب ہے اس پر اللہ کا غضب ہے جو میری اس بات کو رد کرے اور قبول نہ کرے۔

آگاہ ہو جاؤ جبریل نے خدا کی طرف سے مجھے یہ خبر دی ہے کہ خدا فرماتا ہے جس نے علیؑ سے دشمنی کی اور ان کی ولایت کو قبول نہیں کیا اس پر میری لعنت اور غضب ہے دیکھو کل تم اپنے لئے قیامت میں کیا بھیجتے ہو۔“

خطبے کے اس حصے میں ایک طرف نزول رزق اور بقائے کائنات ان حضرات کی بنا پر ہے دوسری طرف بار بار ان لوگوں کو خدا کی لعنت اور غضب کا مستحق قرار دیا گیا ہے جو حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کو قبول نہیں کرتے ہیں۔

یہ بات خوب اچھی طرح ذہن میں رہے کہ خدا اور رسول کے کلمات ہرگز جذبات کے تابع نہیں ہوتے ہیں اور کوئی شخص اسی وقت خدا کی لعنت اور غضب کا مستحق قرار پاتا ہے جب خدا کی وسیع رحمت کے سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا انکار وہ گناہ عظیم ہے جو رحمت خداوندی کے تمام دروازے بند کر دیتی ہے۔

انکار ولایت سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں

یہ بات عرض کر چکے ہیں غدیر میں صرف حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و امامت کا اعلان نہیں کیا گیا بلکہ تمام بارہ اماموں کی ولایت و امامت کا اعلان کیا گیا ہے۔

نور خدا قیامت تک نسل حضرت علیؑ میں باقی رہے گا

”اے لوگو! اللہ کا نور میری ذات میں جاری و ساری ہے اس کے بعد یہ علیؑ میں جاری رہے گا ان کے بعد ان کی نسل میں قائم مہدی تک جو خدا کے تمام حقوق اور ہمارے حقوق کو حاصل کریں گے خداوند عالم نے ان کو دنیا کے تمام کوتاہی کرنے والوں، دشمنوں، مخالفین خیانت کاروں اور ظالموں پر حجت قرار دیا۔“

یہ جملے اس بات کو بیان کر رہے ہیں کہ خدا نے جو نور ہدایت قرار دیا ہے وہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ہے ان کے بعد حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی نسل میں حضرت مہدی قائم میں قیامت تک جاری رہے گا خداوند عالم نے ان حضرات کو ساری کائنات پر حجت قرار دیا ہے کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے ان کا حجت خدا ہونا کسی کے تسلیم کرنے پر منحصر نہیں ہے جو تسلیم نہیں کرے گا وہ خود اپنا نقصان کرے گا وہ خود جہنم میں جائے گا۔

جہنمی قائدین

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں میدان غدیر میں حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کی امامت و ولایت کا اعلان فرمایا وہیں لوگوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ فرمایا کچھ لوگ ناحق خلافت و قیادت کا دعویٰ کریں گے اس طرح کے تمام لوگ جہنمی امام ہیں امام النار ہیں۔

”اے لوگو! عنقریب میرے بعد ایسے امام رہنمائی کریں گے جو لوگوں کو جہنم کی طرف دعوت دیں گے میدان قیامت میں ان کا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہوگا۔“

اے لوگو! یہ لوگ ان کی مدد کرنے والے ان کی پیروی کرنے والے ان کا ساتھ دینے والے یہ سب کے سب جہنم کے

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

”اے لوگو! خداوند عالم نے علیؑ کی امامت کی بنا پر تمہارے دین کو کامل کیا ہے

دیکھو جو میدان قیامت میں جس دن خدا کے سامنے اعمال پیش کئے جائیں گے اس طرح آئے کہ وہ علیؑ کی امامت کا قائل نہ ہو اور ان کی صلب سے میری اولاد کی امامت کا قائل نہ ہو اس کے سارے اعمال حبط ہو جائیں گے برباد ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ نہ ان کو مہلت دی جائے گی اور نہ ہی عذاب میں تخفیف ہوگی۔“

انکار ولایت کا سبب حسد

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس تاریخی خطبہ میں ایک عظیم حقیقت کی طرف متوجہ کیا۔ شیطان نے آدم علیہ السلام سے حسد کیا اور اس کا انجام کیا ہوا۔ اگر کسی نے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت و امامت سے حسد کیا تو اس کا بھی انجام شیطان کی طرح ہوگا۔

”اے لوگو! شیطان نے اپنے حسد کی بنا پر جناب آدم کو جنت میں رہنے نہیں دیا دیکھو حسد مت کرنا ورنہ تمہارے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تمہارے قدم پھسل جائیں گے جناب آدم (صفوة اللہ) اللہ کے منتخب بندے تھے ایک ترک اولیٰ کی بنا پر زمین پر بھیجے گئے تو تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم تم ہو اور تم میں کچھ لوگ اللہ کے دشمن ہیں۔“

ہاں یاد رکھو علیؑ سے بغض وہی رکھے گا جو شقی و بد بخت ہوگا اور پس وہی علیؑ کی ولایت کو تسلیم کرے گا جو متقی اور پرہیزگار ہوگا اور پس وہی ان پر ایمان لائے گا جو خالص مومن ہوگا۔“

ولایت و امامت کا عمومی اعلان اور غاصبین پر لعنت

اس کے بعد حضرت رسول خدا ﷺ نے اس طرح ولایت و امامت کی عمومیت کا اعلان فرمایا کسی ایک کو انکار کی گنجائش نہیں تھی اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی وضاحت فرمائی کچھ لوگ اس ولایت کو غصب کریں گے اور خدا کی لعنت کے مستحق قرار پائیں گے فرماتے ہیں:

”اے لوگو میں صبح قیامت تک اس امامت و ولایت کو اپنی ذریت میں قرار دے رہا ہوں مجھے جس کی تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا میں نے ہر حاضر و غائب پر حجت تمام کر دی ہے ہر وہ شخص جو یہاں موجود ہے اور جو یہاں موجود نہیں ہے جو ابھی پیدا ہو چکا ہے یا ابھی دنیا میں نہیں آیا ہے سب پر حجت تمام کر دی ہے جو لوگ موجود ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ ان لوگوں تک پیغام پہنچاتے رہیں جو یہاں موجود نہیں ہے اور قیامت تک ہر والد کی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد تک اس پیغام کو پہنچاتا رہے۔

ہاں کچھ لوگ اس کو حکومت و سلطنت قرار دے کر غصب کریں گے جو لوگ اس کو غصب کریں اور جو اس کام میں ان کا ساتھ دیں گے ان پر خدا کی لعنت ہے اے انسان و جنات عنقریب تمہارا حساب کتاب ہوگا تم پر جہنم کے شعلے اور پگھلا ہوا تانبا برسیا جائے گا اور کوئی تمہاری مدد کرنے والا نہ ہوگا۔“

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اعلان فرمایا یہ ولایت امامت و خلافت صبح قیامت تک جاری رہے گی علی بن ابی طالب علیہ السلام کی نسل میں جاری رہے گی کوئی ایک ولایت اور امامت کے قبول کرنے سے مستثنیٰ نہیں ہے یہ اعلان صرف اس میدان اور اس دن سے مخصوص نہیں ہے بلکہ صبح قیامت تک ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ آئندہ نسلوں تک باقاعدہ اس اعلان کو پہنچاتا رہے یہ امامت نسل در نسل منتقل ہوتی رہے گی اس وقت جو

پست ترین درجے میں ہوں گے اور تکبر کرنے والوں کا کیا برا ٹھکانا ہوگا۔ یہ لوگ ایک صحیفہ والے ہیں ہر ایک کو اپنا صحیفہ دیکھنا چاہیے۔“

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے بحار الانوار جلد ۲۸ صفحہ ۱۰۳ پر اس صحیفہ کا ذکر تفصیل سے کیا ہے جو اصحاب نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے بارے میں لکھا تھا۔ اور یہ طے کیا تھا کہ ہم لوگ بنیادی طور پر اس بات کا انکار ہی کر دیں گے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنے بعد اور اپنا جانشین اور امام معین فرمایا ہے۔ اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر کی روایت ہے کہ ایک یہ معاہدہ بھی میرے گھر میں تحریر کیا گیا۔ سعید بن عاص اموی نے یہ معاہدہ تحریر کیا اور ابوعبیدہ جراح کو سپرد کیا انہوں نے جا کر وہاں اس کو ایک جگہ رکھ دیا۔

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جلد میں ان واقعات کا ذکر فرمایا جو اعلان غدیر سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک رونما ہوئے۔ جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ لوگوں نے کس طرح خلافت اہل بیت علیہم السلام کا انکار کر کے حضرت علی علیہ السلام سے خلافت غصب کرنے کی منظم سازش کی تھی۔ اگر پہلے باقاعدہ منصوبہ نہ بنایا گیا ہوتا اور طے شدہ پروگرام نہ ہوتا تو صرف دو سے تین دن کی مدت میں اس قدر الٹ پھیر نہ ہوئی ہوتی۔ جناب علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے حضرت رسول خدا ﷺ کو باقاعدہ معاہدہ کا علم تھا اور وہ ان افراد کو بھی خوب پہچانتے تھے جو اس معاہدہ میں شریک تھے۔ حضرت رسول خدا ﷺ نے صرف اس لیے کوئی سخت اقدام نہیں کیا تاکہ دشمنان اسلام یہ نہ کہیں جب محمد کو حکومت و اقتدار مل گیا تو اپنوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔

دوسری وجہ شاید یہ ہو سکتی ہے اگر کوئی سخت اقدام کرتے تو اس آخری امت کا اتنا عظیم امتحان کس طرح ہوتا۔

لوگ نمبروں سے برابر اس ولایت کا تذکرہ کر رہے ہیں وہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کر رہے ہیں اگر کسی کو اعتراض ہے وہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دے۔

حضرت امام عصر علیہ السلام کی امامت اور خصوصیات کا تذکرہ

اس خطبے میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی امامت اور ولایت کے ساتھ حضرت امام عصر علیہ السلام کی امامت اور ولایت کا ذکر تفصیل سے فرمایا ہے وہ شاید اس لئے کہ امامت اہل بیت علیہم السلام کی ابتدا حضرت علی علیہ السلام اور انتہا حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں یہ وہ ابتدا اور انتہا ہے جس کے درمیان میں معصومین علیہم السلام کے علاوہ کوئی دوسرا شامل نہیں ہے پوری دنیا میں شاید ایک فرد بھی ایسا نہ ہو جو پہلا امام حضرت علی علیہ السلام اور آخری امام حضرت مہدی علیہ السلام کو تسلیم کرتا ہو اور درمیان میں غیر اہل بیت اور ائمہ معصومین علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کی امامت کا قائل ہو۔

”اے لوگو! میں نبی اور علی میرے وصی ہیں۔ سلسلہ امامت کا آخری امام ہم میں سے قائم مہدی ہے۔“

اب اس کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام کی خصوصیات کا ذکر فرماتے ہیں اس طرح صفات کسی اور کی بیان نہیں فرمائی ہے اس سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی عظمتوں کا پتہ چلتا ہے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام عصر علیہ السلام کی ۲۵ خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ وہ دین کو ظاہر اور غلبہ عطا کرنے والے ہیں۔

۲۔ ہاں وہی ظالموں سے انتقام لینے والے ہیں۔

۳۔ وہی کفر و شرک و ظلم کے قلعوں کو فتح کرنے اور ان کو مسمار

کرنے والے ہیں۔

۴۔ وہی ہر قبیلے کے مشرکین کو قتل کریں گے۔

۵۔ وہی تمام اولیائے خدا کے خون کا بدلہ لیں گے۔

۶۔ وہی دین خدا کی نصرت و مدد کریں گے۔

۷۔ وہی معرفت خدا کے بحر عمیق سے سیراب کرنے والے اور شناور ہیں۔

۸۔ وہ ہر صاحب فضیلت کو اس کی فضیلت کے اعتبار سے عزت و منزلت دیں گے۔

۹۔ وہی جاہلوں کو ان کی جہالت کے اعتبار سے درجہ دیں گے۔

۱۰۔ وہی خدا کے منتخب اور بہترین ہیں۔

۱۱۔ وہی تمام علوم کے وارث اور اس کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

۱۲۔ وہی سب کو خدا کے بارے میں باخبر کریں گے اور اس کی معرفت عطا کریں گے۔

۱۳۔ وہی اس کے ایمان کی طرف لوگوں کو متوجہ کریں گے۔

۱۴۔ وہی صاحب عقل اور ثابت قدم ہیں۔

۱۵۔ خداوند عالم نے تمام امور ان کے حوالے کر دیے ہیں۔

۱۶۔ گزشتہ انبیاء علیہم السلام نے ان کے بارے میں بشارت دی ہے۔

۱۷۔ وہی اللہ کی باقی حجت ہیں۔

۱۸۔ ان کے بعد کوئی خدا کی حجت نہیں ہے۔

۱۹۔ حق بس ان کے پاس ہے۔

۲۰۔ خدا کا نور بس ان کے پاس ہے۔

۲۱۔ کوئی ان پر غالب نہیں آئے گا۔

۲۲۔ وہ کسی ایک سے شکست نہیں کھائیں گے۔

۲۳۔ زمین پر بس وہی اللہ کے ولی ہے۔

۲۴۔ مخلوقات پر اس کی طرف سے حاکم ہیں فیصلہ کرنے والے ہیں۔

۲۵۔ خدا کے ظاہر و باطن امور کے بس وہی امانت دار ہیں۔

اے لوگو میں نے پوری طرح بات واضح کر دی ہے اور خوب اچھی طرح تم کو سمجھا دیا ہے میرے بعد یہ تم کو سمجھائیں گے۔؟

اس طرح حضرت رسول خدا ﷺ نے صبح قیامت تک اہل بیت علیہم السلام کی امامت و ولایت کا اعلان فرما دیا اور سب پر حجت تمام کر دی۔

سبقت لے جانے والے کامیاب ہونگے

اے لوگو جو خدا کی رسول کی علی کی اور جن اماموں کا میں نے ذکر کیا ہے ان کی پیروی کرے گا وہ عظیم ترین کامیابی پر فائز ہوگا۔
اے لوگو جو بھی حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کرنے میں سبقت لے جائے گا اور سب سے پہلے ان کی ولایت کو قبول کرے گا اور امیر المؤمنین کہہ کر ان کو سلام کرے گا وہی جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا اور کامیاب ہوگا۔

خطبہ غدیر سے یہ بات پوری طرح واضح ہے۔

۱۔ اہل بیت علیہم السلام کی امامت و ولایت صبح قیامت تک جاری ہے۔

۲۔ اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ کوئی اور حضرت رسول خدا ﷺ کا جانشین نہیں ہے۔

۳۔ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت ہر ایک پر واجب اور ضروری ہے۔

۴۔ صبح قیامت تک ہر ایک کی شرعی ذمہ داری ہے کہ اس پیغام

ولایت و امامت کو دوسروں تک پہنچاتا رہے۔

۵۔ جو اس ولایت کو قبول کرے گا بس اس کے اعمال قبول ہوں گے۔

۶۔ جو اس ولایت کا انکار کرے گا اس کے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے۔

۷۔ جو اس ولایت کو قبول کرے گا خدا اس سے راضی ہوگا۔

۸۔ جو اس ولایت کا انکار کرے گا اس پر خدا کی لعنت اور غضب ہوگا۔

۹۔ منافقین کے وجود سے حضرت رسول خدا ﷺ پوری طرح واقف ہیں۔

۱۰۔ منافقین نے ولایت اہلبیت کے خلاف ایک منظم سازش تیار کی تھی۔

۱۱۔ منافقین نے ولایت کے خلاف ایک معاہدہ تیار کیا تھا۔

۱۲۔ حضرت رسول خدا ﷺ نے غاصبین پر لعنت کی ہے۔

۱۳۔ کچھ رہنما و قائد ایسے ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف لے جائیں گے۔

۱۴۔ حضرت ولی عصر علیہ السلام کا تذکرہ۔

۱۵۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ۲۵ خصوصیات کا تذکرہ۔

۱۶۔ جو لوگ اس ولایت کو قبول کرنے میں سبقت لے جائیں گے وہی کامیاب ہوں گے۔

خداوند عالم ہم سب کو اس ولایت کو دل سے قبول کرنے اس پر عمل کرنے اور بیعت کرنے میں سبقت لے جانے والوں میں شمار کرے۔

خدا یا دنیا اور آخرت میں اہل بیت علیہم السلام کی شفاعت نصیب فرما اور ایک مرتبہ غدیر کے دن وارث غدیر کے دست مبارک پر اس عہد کی تجدید کرنے کی سعادت مرحمت فرما۔ آمین



قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

يَا عَلِيُّ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَضَّلَ أَنْبِيَائَهُ الْمُرْسَلِينَ عَلَى مَلَائِكَتِهِ
الْمُقَرَّبِينَ وَفَضَّلَنِي عَلَى جَمِيعِ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ وَالْفَضْلُ بَعْدِي
لَكَ يَا عَلِيُّ وَلِلْأُمَّةِ عَمَّنْ بَعْدِكَ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَخُدَّامُنَا وَخُدَّامُ
هُجُبِنَا يَا عَلِيُّ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ
رَبِّهِمْ..... وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِوَلَايَتِنَا.....

بحار الانوار (ط- بيروت)، ج ٥٤، ص: ٣٠٣ ♦ علل الشرائع: ج ١، ص ٦، العيون: ج ١، ص ٢٦٢

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے علی! یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و مرسلین کو ملائکہ مقربین پر فضیلت عطا کی ہے اور مجھے تمام
انبیاء و مرسلین پر افضلیت بخشی ہے۔ اے علی! میرے بعد یہ فضیلت تمہیں اور تمہارے بعد آنے
والے ائمہ کو حاصل ہے اور بیشک ملائکہ ہمارے اور ہمارے چاہنے والوں کے خدمت گزار ہیں۔

اے علی! اس قرآنی آیت، ”فرشتے عرش الہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد معین ہیں وہ سب
حمد خدا کی تسبیح..... اور استغفار کرتے ہیں“، میں جن افراد کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں وہ
ہماری ولایت پر ایمان رکھنے والے مومنین ہیں۔